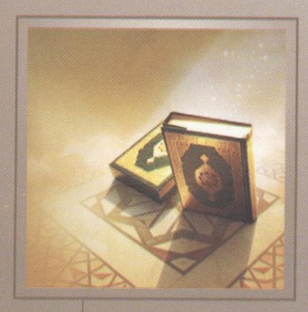
توفیق الباری

فی

تطبیق القرآن و صحیح البخاری





تالیف

حافظ زبیر علی زئی

نعمان پبلیکیشنز



توفیق الباری

فی

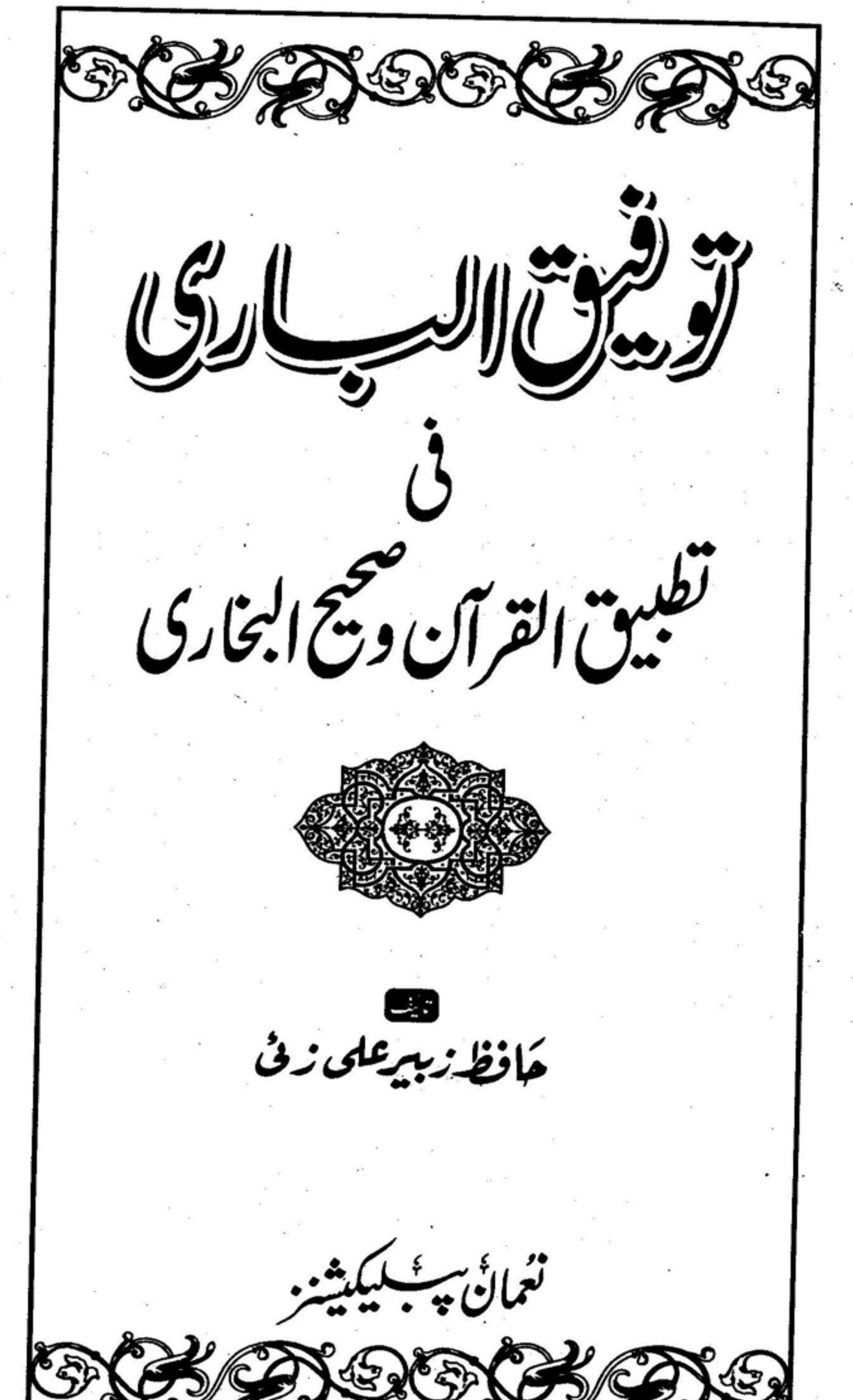
تطبیق القرآن و صحیح البخاری





حافظ زبیر علی زئی

نعمان پبلیکیشنز


توفیق الباری
فی
تطبیق القرآن وصحیح البخاری
تالیف
حافظ زبیر علی زئی
نعمان پبلیکیشنز

ناشر.......... مکتبۃ الحدیث

اشاعت.......... دسمبر 2008ء

قیمت..........



حضرو' اٹک: پاکستان 0300-5288783

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، لاہور- پاکستان فون: 042-7244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد- پاکستان فون: 041-2631204

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم توفیق الباری

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین، أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب صحیح بخاری کو اُمتِ مسلمہ میں وہ قبولیت عطا فرمائی کہ اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا گیا، تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہوا اور قرآنِ مجید کے بعد ہر مسلم کو سب سے پہلے صحیح بخاری ہی نظر آتی ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ان تمام کتابوں میں محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔

(تاریخ بغداد ۹/۲ وسندہ صحیح)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی اور قاری محمد طیب دیوبندی وغیرہما نے اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا۔

دیکھئے تالیفاتِ رشیدیہ (ص ۳۳۷) اور خطبات حکیم الاسلام (ج ۵ ص ۲۳۳)

رشید احمد لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

"حالانکہ اُمت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری"

(احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۵)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: "صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ" (ص ۱۱ تا ۱۸)

مگر افسوس ہے کہ اس اجماعی فیصلے کے خلاف بعض ایسے عاقبت نا اندیش پیدا ہو گئے جنھوں نے حسد و عناد کی وجہ سے صحیح بخاری اور امام بخاری پر حملے شروع کر دیئے مثلاً یوسف بن موسیٰ الملطی الحنفی نے کہا: "من نظر في کتاب البخاري تزندق" "جس شخص نے بخاری کی

کتاب (صحیح بخاری) میں دیکھا، وہ زندیق (ملحد، بے دین) ہوگیا۔

(انباء الغمر بابناء العمر لابن حجر ج ۴ ص ۳۴۸ وفیات ۸۰۳ھ)

عمر کریم سالاری حنفی نے "الجرح علی البخاری" کے نام سے ایک زہریلی کتاب لکھی جس کا جواب مولانا ابوالقاسم بنارسی پنجابی رحمہ اللہ نے "الکوثر الجاری فی جواب الجرح علی البخاری" کے نام سے لکھ کر شائع کیا۔

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے اصح الکتب والی عبارت کو دکانداروں کی لکھی ہوئی قرار دے کر علانیہ کہا: "یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بخاری اصح الکتب ہے۔ تحکم لا یجوز تقلید فیہ یہ. بالکل ناانصافی کی بات ہے اس کے ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔"

(فتوحات صفدر ج ۱ ص ۱۳۷)

حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے اپنی کتاب "ہدایہ علماء کی عدالت میں" (ص ۹۶، ۹۷) میں صحیح بخاری کے خلاف ایک جعلی قصہ لکھ کر صحیح بخاری کا مذاق اُڑایا اور توہین کی۔

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے کتاب: "امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ... حبیب اللہ ڈیروی کے جواب میں" لکھ کر اپنے مخصوص انداز میں ڈیروی کے اعتراضات کا مسکت جواب دے دیا۔

عبدالغنی طارق لدھیانوی دیوبندی نے اپنی "شادی کی پہلی دس راتیں" میں کذب وافتراء کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور گندی زبان استعمال کر کے صحیح بخاری کا مذاق اُڑاتے ہوئے لکھا:

"تمھاری بخاری نے مجھے شرم سار کیا" (ص ۷۱، شادی کی تیسری رات)

عبدالغنی طارق کی اس کتاب کا بہترین اور متین جواب برادر محترم حافظ عمر فاروق قدوسی حفظہ اللہ نے ماہنامہ الاخوہ لاہور (جولائی، اگست اور ستمبر ۲۰۰۸ء/ جلد ۱۰ شمارہ: ۷، ۸، ۹) میں دیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی وفات کے صدیوں بعد پیدا ہونے والے محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی، عبدالقادر قرشی اور ماسٹر امین اوکاڑوی وغیرہم نے یہ جھوٹا اور بے سند قصہ بیان کیا کہ امام بخاری اس بات کے قائل تھے کہ ایک گائے کا دودھ پینے والے دو بچوں میں

رشتۂ رضاعت ثابت ہو جاتا ہے۔!

دیکھئے المبسوط للسرخسی (ج ۵ ص ۱۳۹، ۱۴۰، ج ۳۰ ص ۲۹۷) الجواہر المضیۃ (۱/ ۶۷) اور اوکاڑوی کا مضمون در جزء القراءۃ مترجم (ص ۱۲)

اس بے سند اور جھوٹے قصے کا انکار عبدالحیٔ لکھنوی تقلیدی نے بھی کیا ہے۔

دیکھئے الفوائد البہیۃ (ص ۳۹، ترجمہ احمد بن حفص البخاری)

مخالفینِ صحیح بخاری و امام بخاری اور حاسدین کے اسی سلسلے میں دیوبندیوں کی تنظیم اشاعۃ التوحید والسنہ کے احمد سعید ملتانی چتروڑگڑھی مماتی نے صحیح بخاری اور امام بخاری کے خلاف ''قرآن مقدس اور بخاری محدّث'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کا یہ مدلل، جامع اور دندان شکن جواب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کتاب کو میری نجات، تمام مسلمانوں کے دل کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ اگر کسی کے دل و دماغ میں چتروڑگڑھی کی کتاب کی وجہ سے کوئی غلط فہمی پیدا ہوگئی تو یہ اسے اندھیروں سے نور کی طرف لے آئے اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کا سبب بنائے۔ آمین

تنبیہ: صحیح بخاری پر منکرینِ حدیث کے دیگر اعتراضات کے جوابات کے لئے دیکھئے میری کتاب: ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' والحمدللہ

(۱۱/ ۱ اکتوبر ۲۰۰۸ء)

توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ. مَن يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَن يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ . وَأَشْهَدُ أَن لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . أَمَّابَعْدُ :

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ پھیرو اور (حال یہ کہ) تم سن رہے ہو۔ (الانفال:۲۰)

اور فرمایا: اور اگر تم اس (رسول) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پر ہو گے۔ (النور:۵۴)

نیز فرمایا: جس نے رسول کی اطاعت کی تو اُس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔ (النسآ:۸۰)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت صرف صحیح اور مقبول احادیث کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) کی مشہور کتاب: صحیح البخاری صحیح احادیث کا وہ مجموعہ ہے جسے اُمتِ مسلمہ کے جلیل القدر اماموں نے بالاتفاق تلقی بالقبول کرتے ہوئے"أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ "یعنی قرآنِ مجید کے بعد سب سے صحیح کتاب قرار دیا ہے۔

سنن النسائی کے مصنف امام ابوعبدالرحمٰن النسائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ) جو کہ امام بخاری کے شاگرد ہیں، اپنے دور تک لکھی ہوئی کتب حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"فما في هذه الكتب كلها أجود من كتاب محمد بن إسماعيل البخاري"

ان تمام کتابوں میں محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔

(تاریخ بغداد ۲/۹ وسندہ صحیح)

امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

''ومع هذا فما في هذه الكتب خيرًا و أفضل من كتاب محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله'' اوراس کے ساتھ ان کتابوں میں محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی کتاب سے بہتر اور افضل کوئی کتاب نہیں ہے۔

(اطراف الغرائب والافراد تالیف محمد بن طاہر المقدسی ۱/۲۰ ح ۱۵، وسندہ صحیح)

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

بخاری اور مسلم ہر ایک نے ایسی ایسی کتاب لکھی ہے جس میں ایسی حدیثیں جمع کر دی ہیں جو ساری صحیح ہیں۔ (معرفۃ السنن والآثار ۱/۱۰۶)

مشہور مفسرِ قرآن اور محدث حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

'' پھر (ابن الصلاح نے) بیان کیا کہ بے شک (ساری) اُمت نے ان دو کتابوں (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کو قبول کرلیا ہے سوائے تھوڑے حروف کے جن پر بعض حفاظ مثلاً دارقطنی وغیرہ نے تنقید کی ہے۔ پھر اس سے (ابن الصلاح نے) استنباط کیا کہ ان دونوں کتابوں کی احادیث قطعی الصحت ہیں کیونکہ امت (جب اجماع کرلے تو) خطا سے معصوم ہے۔ جسے اُمت نے (بالاجماع) صحیح سمجھا تو اس پر عمل (اور ایمان) واجب ہے اور ضروری ہے کہ وہ حقیقت میں بھی صحیح ہی ہو اور (ابن الصلاح کی) یہ بات اچھی ہے۔''

(اختصار علوم الحدیث ۱/۱۲۴، ۱۲۵، صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ ص ۷)

جس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ دونوں روایت کردیں تو تفسیر بغوی کے مصنف امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء رحمہ اللہ (متوفی ۵۱۶ھ) اسے ''هذا حديث متفق على صحته'' اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے، لکھتے ہیں۔

مثلاً دیکھئے شرح السنۃ (۱/۵ ح ۱)

محدثینِ کرام کے علاوہ حنفی وتقلیدی ''علماء'' میں بھی صحیح بخاری کو عظیم الشان مقام حاصل

ہے۔محمود بن احمد العینی الحنفی (متوفی ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں: مشرق ومغرب کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱ص۵)

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: پھر (تمام) علماء کا اتفاق ہے کہ صحیحین (صحیح بخاری ومسلم) کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور یہ دونوں کتابیں تمام کتابوں میں صحیح ترین ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ج۱ص۵۸)

زیلعی حنفی باوجود متعصب ہونے کے لکھتے ہیں: اور حفاظِ حدیث کے نزدیک سب سے اعلیٰ درجے کی صحیح حدیث وہ ہے جس کی روایت پر بخاری ومسلم کا اتفاق ہو۔ (نصب الرایہ ج۱ص۴۲۱)

شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں: ''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین کرام متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔''

(حجۃ اللہ البالغہ اردو مترجم عبدالحق حقانی ج۱ص۲۴۲، عربی ج۱ص۱۳۴)

احمد علی سہارنپوری ماتریدی تقلیدی (متوفی ۱۲۹۷ھ) نے اعلان کیا ہے کہ ''واتفق العلماء علی أن أصح الکتب المصنفة صحیحا البخاري و مسلم'' اور علماء کا اتفاق ہے کہ (کتاب اللہ کے بعد) لکھی ہوئی کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں۔ (مقدمہ صحیح البخاری درسی نسخہ ج۱ص۴)

حنفیوں کے علاوہ دیوبندیوں وغیرہ کے نزدیک بھی صحیح بخاری اصح الکتب ہے۔

دیکھئے تالیفاتِ رشیدیہ (ص ۳۳۷) مقدمہ فضل الباری (ج۱ص ۲۶) اور احسن الفتاویٰ (ج۱ص۳۱۵) وغیرہ

قاسم نانوتوی اور رشید گنگوہی وغیرہما سب اسے مانتے ہیں۔ دیکھئے میری کتاب ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' (ص۱۱تا۱۵)

مماتی دیوبندیوں کے نزدیک شیخ القرآن اور دریا حضرو ضلع اٹک کے مشہور ''عالم'' غلام اللہ

خان دیوبندی فرماتے ہیں: ''اب آنحضرت ﷺ کے وہ ارشادات ملاحظہ ہوں جن میں غیر اللہ سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ حدیثیں صرف صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے پیش کی جائیں گی جن کی صحت فریق مخالف کو بھی مسلّم ہے۔'' (جواہر التوحید ص ۱۹۱)

معلوم ہوا کہ فریقِ مخالف (بریلویوں) کی طرح دیوبندیوں کے نزدیک اور خاص طور پر غلام اللہ خان صاحب کے نزدیک بھی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی صحت مسلّم ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقام

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے امام بخاری کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

دیکھئے الثقات (۹/۱۱۳، ۱۱۴، صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ ص ۱۰، ۱۱)

امام ابن خزیمہ النیسابوری رحمہ اللہ نے صحیح ابن خزیمہ میں ایک حدیث ذکر کر کے فرمایا:

''رواه البخاري.... '' اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (ح ۲۱۵۹)

صحیح مسلم کے مصنف امام مسلم رحمہ اللہ نے امام بخاری کے بارے میں فرمایا: آپ سے صرف حسد کرنے والا شخص ہی بغض رکھتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں ہے۔ (الارشاد للخلیلی ج ۳ ص ۹۶۱ وسندہ صحیح)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے آسمان کے نیچے محمد بن اسماعیل البخاری سے بڑا حدیث کا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۷۴ ح ۱۵۵، وسندہ صحیح)

امام بخاری کے مشہور شاگرد امام ترمذی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: میں نے علل، تاریخ اور معرفتِ اسانید میں محمد بن اسماعیل (بخاری) رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہ عراق میں دیکھا ہے اور نہ خراسان میں۔ (کتاب العلل للترمذی ص ۳۲، دوسرا نسخہ ص ۸۸۹)

حافظ دارقطنی رحمہ اللہ نے ایک روایت بیان کر کے فرمایا: ''أخرجه البخاري عن مسدد عن يحي و كلهم ثقات حفاظ .'' اسے بخاری نے مسدد سے انھوں نے یحییٰ (القطان) سے بیان کیا ہے اور وہ سب ثقہ حافظ ہیں۔ (سنن الدارقطنی ۳/۹۰ ح ۳۱۰۱)

معلوم ہوا کہ امام دارقطنی کے نزدیک امام بخاری ثقہ حافظ ہیں۔

مؤرخ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے کہا: ''الإمام في علم الحديث ، صاحب الجامع الصحيح و التاريخ ...'' (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۴)

حافظ ابن عساکر الدمشقی رحمہ اللہ نے کہا: ''الإمام صاحب الصحيح و التاريخ''

(تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۳۸)

جمہور کی اس توثیق کے مقابلے میں امام محمد بن یحییٰ الذہلی رحمہ اللہ سے امام بخاری کی مخالفت مروی ہے جو جمہور کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہے۔

امام ابو حاتم الرازی اور امام ابو زرعہ الرازی نے امام بخاری سے روایت ترک کر دی تھی لیکن ثقہ عندالجمہور راوی سے کسی کا صرف روایت ترک کر دینا جرح قادح نہیں ہے۔

امام یحییٰ بن معین کے شاگرد امام حافظ حسین بن محمد بن حاتم البغدادی (متوفی ۲۹۴ھ) فرماتے تھے: ''ما رأيت مثل محمد بن إسماعيل ومسلم الحافظ و مسلم الحافظ لم يكن يبلغ محمد بن إسماعيل ورأيت أبا زرعة وأبا حاتم يستمعون إلى محمد بن إسماعيل أي شيً يقول ؟ يجلسون بجنبه فذكرت له قصة محمد بن يحي فقال: ما له ولمحمد بن إسماعيل ؟ كان محمد بن إسماعيل أمة من الأمم و كان أعلم من محمد بن يحي بكذا و كذا و كان محمد بن إسماعيل ديناً فاضلاً يحسن كلّ شيً'' میں نے محمد بن اسماعیل (البخاری) اور (صحیح مسلم کے مصنف) مسلم الحافظ جیسا کوئی نہیں دیکھا اور مسلم الحافظ (امام) محمد بن اسماعیل (البخاری کے درجے) تک نہیں پہنچے تھے۔ میں نے ابو زرعہ اور ابو حاتم (الرازی) کو دیکھا، وہ دونوں (کان لگا کر) محمد بن اسماعیل (البخاری) کی باتیں سنتے تھے کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ وہ دونوں اُن (بخاری) کے پاس بیٹھتے تھے۔ پھر میں (حافظ عبدالمؤمن بن خلف التمیمی) نے اُن کے سامنے محمد بن یحییٰ (الذہلی) کا قصہ بیان کیا تو انھوں (حسین بن محمد بن حاتم) نے فرمایا: انھیں محمد بن اسماعیل (البخاری) کے بارے میں کیا ہوا ہے؟ محمد بن اسماعیل (البخاری) تو اُمتوں میں سے ایک اُمت تھے اور وہ محمد بن

یحیٰی (الذہلی) سے اتنا اتنا زیادہ علم رکھنے والے تھے اور محمد بن اسماعیل (البخاری) دیندار فاضل تھے، آپ ہر چیز میں ماہر تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۹، ۳۰ وسندہ صحیح)

امام ذہلی کے قصے کے بعد امام حسین بن محمد کی اس گواہی سے معلوم ہوا کہ امام ابو حاتم الرازی اور امام ابوزرعہ الرازی دونوں نے امام بخاری سے روایت ترک کرنے سے رجوع کر لیا تھا لہٰذا کتاب الجرح والتعدیل کی "تجریحی" عبارت منسوخ ہے۔

امام ابن اشکاب رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے امام بخاری پر تنقید کرنے کی کوشش کی تو انھوں نے کہا: میری موجودگی میں ایسی بات کہی جا رہی ہے؟ اور وہ اٹھ کر وہاں سے تشریف لے گئے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۳ وسندہ صحیح)

صحیح بخاری کا عنوان

محدث امام ابو بکر محمد بن خیر الاشبیلی رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۵ھ) صحیح بخاری کے نام کے بارے میں فرماتے ہیں: "**وهو الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلّى الله عليه وسلم وسننه وأيامه**" اور وہ جامع مسند صحیح مختصر ہے، رسول اللہ ﷺ کے اُمور، سنن اور ایام میں سے۔ (فہرست ابن خیر ص ۹۴)

صحیح بخاری کا یہی نام عینی حنفی اور ابن حجر العسقلانی وغیرہما نے بھی بیان کیا ہے۔

دیکھئے عمدۃ القاری (ج ۱ ص ۵) اور ہدی الساری مقدمہ فتح الباری (ص ۸) وغیرہما

اس عنوان سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کا اصل موضوع اور مقصد نبی کریم ﷺ کی باسند متصل احادیث ہیں۔ رہی منقطع و مرسل روایات اور صحابہ وتابعین وغیرہم کے اقوال وافعال تو یہ اصل موضوع اور عنوان سے خارج ہیں، انھیں تفقہ، تزیین، تائید اور دیگر فوائد وغیرہ کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری پر بعض الناس کے حملے

صحیح بخاری پر خوارج، روافض، معتزلہ، منکرینِ حدیث، مبتدعین، مستشرقین اور بعض

الناس نے جتنے بھی حملے کئے ہیں ان سب حملوں کا نشانہ صرف امام بخاری نہیں بلکہ تمام محدثین کرام اور علمِ اصولِ حدیث ہے۔ صحیح بخاری کی تمام مرفوع روایات ان سے پہلے، ان کے دور میں اور بعد والے ادوار میں دوسرے محدثینِ کرام سے بھی ثابت ہیں اور میرے علم کے مطابق کسی ایک مرفوع حدیث میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ کا تفرد نہیں ہے۔

ایک ثقہ وصدوق محدّث کی توہین کرنے والا کبھی دوسرے ثقہ وصدوق محدثین کی عزت نہیں کرتا۔ یہاں پر یہ بھی یاد رہے کہ بعض منکرینِ حدیث نے بعض صحیح احادیث کا غلط ترجمہ اور غلط مفہوم پیش کر کے انھیں قرآن مجید کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ بعض دشمنانِ اسلام نے قرآنِ مجید کی بعض آیات کو بعض سے ٹکرا کر ایک دوسرے کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

بعض لوگوں کا یہ طریقۂ کار ہے کہ خاص دلیل کے مقابلے میں عام کو پیش کر کے یہ دعویٰ داغ دیتے ہیں کہ فلاں حدیث قرآن کے خلاف ہے۔!

حال ہی میں ایک جاہل منکرِ حدیث نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدّث'' نامی کتاب لکھ کر صحیح بخاری کی چوّن (۵۴) احادیث پر مجرمانہ حملہ کیا ہے۔ راقم الحروف کی یہ کتاب ''توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری'' اس منکرِ حدیث کے اعتراضات اور حملوں کا جامع ومسکت جواب ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

تنبیہ: اس کتاب میں ''قرآن مقدس اور بخاری محدّث'' کا حوالہ ''...محدث'' اور اس کے مصنف کا تذکرہ ''معترض'' یا ''منکرِ حدیث'' وغیرہ کے الفاظ سے کیا گیا ہے جیسا کہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔

راقم الحروف نے کذاب اور گستاخ معترض کی کتاب کے جواب سے پہلے اس کے چونتیس جھوٹ پیش کئے ہیں تا کہ عام مسلمانوں کو اس معترض کا کذاب وساقط العدالت ہونا معلوم ہو جائے۔

معترض کے چونتیس (۳۴) جھوٹ

کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کا مصنف کذاب ہے جس کی دلیل کے طور پر اس کذاب مصنف کی اسی کتاب سے چونتیس (۳۴) جھوٹ باحوالہ ورَدّ پیشِ خدمت ہیں:

معترض کا جھوٹ نمبر ۱، ۲: معترض مصنف نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں لکھا ہے:

''سراج الامت رسول اللہ ﷺ کی پشینگوئی تابعی صغیر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ لکھ دیا کہ یہ مسلمانوں سے دھوکہ فراڈ کرنیوالا تھا'' **یقول هذا لخداع بين المسلمين''**

(قرآن مقدس اور بخاری محدث ص ۱)

تبصرہ: اس عبارت میں معترض نے ایک غلط بات لکھی ہے اور دو جھوٹ بولے ہیں:

اول: یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی ہیں، کائنات کے بڑے جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ ہے کیونکہ ایسی کوئی روایت صحیح یا حسن سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

دوم: یہ کہنا کہ امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کو'' مسلمانوں سے دھوکہ فراڈ کرنے والا'' کہا ہے، جھوٹ ہے۔

اس عبارت میں یہ بات غلط ہے کہ امام ابوحنیفہ تابعی صغیر تھے۔ اس غلط بات کی تردید کے لئے دو زبردست حوالے پیشِ خدمت ہیں:

اول: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے خود فرمایا: **''ما رأيت أفضل من عطاء''**

میں نے عطاء (بن ابی رباح) سے زیادہ افضل کوئی انسان نہیں دیکھا۔

(الکامل لابن عدی ۷/۳/۲۴۷، طبعہ جدیدہ ۸/۲۳۷ وسندہ صحیح، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱۷ ص ۲۰)

دوم: خطیب بغدادی سے بڑے امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) سے پوچھا گیا کہ ابوحنیفہ کا انس (رضی اللہ عنہ) سے سماع صحیح ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: نہیں اور نہ ابوحنیفہ کا انس کو دیکھنا ثابت ہے، ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی ہے۔ (سوالات السہمی للدارقطنی:

۳۸۳، تاریخ بغداد ۲۰۸/۴ ت ۱۸۹۵، وسندہ صحیح، العلل المتناہیہ لابن الجوزی ۶۵/۱ تحت ح ۷۴)

جھوٹ نمبر۳: معترض نے لکھا ہے: ''تو اچانک خیال آیا کہ محدث دار قطنیؒ وغیرہ کے ذہن رسا بیان میں واقعیت ہے... کہ بخاری ضعیف فی الحدیث اور متعصب ہے کہ...''

(...محدث ص۱)

تبصرہ: محدث دار قطنی رحمہ اللہ نے امام بخاری کو ضعیف فی الحدیث اور متعصب قطعاً نہیں کہا بلکہ امام دار قطنی نے امام بخاری کی تعریف کی ہے اور انھیں ثقہ حافظ قرار دیا ہے۔ دیکھئے یہی کتاب باب: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقام (قبل ح۱)

جھوٹ نمبر۴: معترض نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں لکھا ہے: ''امام ذیلعیؒ اور امام اوزاعیؒ جیسے جلیل القدر محدث اور فقیہ جن کے متعلق فرمائیں کہ ''الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفه...'' (...محدث ص۲)

تبصرہ: زیلعی تو آٹھویں صدی کے ایک حنفی مولوی ہیں اور امام اوزاعی سے مذکورہ جملہ قطعاً ثابت نہیں ہے لہٰذا معترض نے امام اوزاعی رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر۵: معترض لکھتا ہے: ''لیکن خود حمیدیؒ رفع یدین میں اسی طرح ترمذیؒ دارمیؒ وغیرہم سب بخاری کے مخالف ہیں...'' (...محدث ص۲)

تبصرہ: رفع یدین کے مسئلے میں امام حمیدی رحمہ اللہ کا امام بخاری رحمہ اللہ کا مخالف ہونا ثابت نہیں ہے لہٰذا معترض نے امام حمیدی پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر۶: معترض نے لکھا ہے: ''لہٰذا احناف کو تو فرمودۂ امام اعظم ہی کافی ہے'' اعرضوه علی کتاب الله '' رہے دوسرے لوگ تو انکو ایمان بالقرآن پر نظر ثانی کرنا چاہئے...'' (...محدث ص۸)

تبصرہ: عربی الفاظ کے اس مجموعے جیسا کوئی فرمودہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت نہیں ہے لہٰذا معترض نے امام صاحب پر صریح جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر۷: معترض لکھتا ہے: ''اور کوئی محدث اور امام مجتہد ایسا نہیں پایا گیا جو امام

اعظمؒ کو تابعی صغیر نہ کہتا ہو..." (...محدث ص ۱۱)

تبصرہ: مشہور محدث امام دار قطنی رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ کو سرے سے تابعی نہیں مانتے، جس کا حوالہ معترض کے جھوٹ نمبر ۱،۲ کے رد یعنی تبصرے میں گزر چکا ہے لہٰذا معترض اپنے درج بالا دعوے میں کذاب ہے۔

جھوٹ نمبر ۸: معترض نے لکھا ہے: "امام اعظمؒ نے قرآن ہی کے مطابق کہا" لا حقیقة للسحر " (...محدث ص ۱۵)

تبصرہ: اس طرح کا کوئی جملہ یا جادو کا انکار امام ابو حنیفہ سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۹: معترض نے لکھا ہے: "امام بخاری کہتا ہے کہ اللہ پاک بندے میں حلول کر کے اسکے اعضاء بن جاتا ہے اور..." (...محدث ص ۱۹)

تبصرہ: امام بخاری نے ایسی کوئی بات نہیں لکھی کہ اللہ پاک بندے میں حلول کر جاتا ہے لہٰذا معترض نے امام بخاری پر کالا جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۰: کذاب معترض نے لکھا ہے: "قرآن مقدس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ آپ ﷺ جب ابو طالب کو باصرار دعوت ایمان دیکر اسکے ایمان سے مایوس ہو کر واپس لوٹے تو اللہ نے صاف فرمادیا "اِنَّكَ لَا تَهْدِى مَنْ اَحْبَبْتَ..." (...محدث ص ۲۴،۲۵)

تبصرہ: قرآن مقدس میں ابو طالب کا نام تک نہیں تو صاف کس طرح لکھا ہوا ہے؟ بلکہ معترض نے ابو طالب دشمنی میں قرآن مقدس پر صریح جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۱: معترض لکھتا ہے: "امام بخاری نے باب بھی اسی آیت پر باندھا ہے جس کا مطلب ہے کہ امام بخاری خود بھی متعہ کے حلال ہونے کے قائل تھے۔" (...محدث ص ۲۷،۲۸)

معترض نے آگے لکھا ہے: "بخاری صاحب چونکہ متعہ کے حلال ہونیکے قائل تھے..."

(...محدث ص ۲۹)

تبصرہ: امام بخاری رحمہ اللہ متعۃ النکاح کے حرام ہونے کے قائل تھے اور وہ حلت کو منسوخ سمجھتے تھے۔ دیکھئے یہی کتاب حدیث نمبر ۸،۱۰

جھوٹ نمبر۱۲: معترض نے لکھا ہے: ''قرآن مقدس میں نکاح کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عورت کا حق مہر مال ہونا ضروری ہے...'' (...محدث ص ۳۰، ۳۱)

تبصرہ: ایسی کوئی شرط قرآن میں مذکور نہیں ہے لہٰذا معترض نے قرآن مقدس پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر۱۳: معترض نے لکھا ہے: ''قرآن مقدس میں ہے کہ قرآن کے عوض اور بدلہ میں مال دنیا لینا حرام ہے'' (...محدث ص ۳۲)

تبصرہ: قرآن مجید میں ایسی کوئی بات لکھی ہوئی نہیں ہے کہ قرآن کے عوض اور بدلے میں مال دینا لینا حرام ہے لہٰذا معترض نے قرآن مقدس پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر۱۴: معترض لکھتا ہے: ''اور زہری جو اکثر علماء اسلام کی تحقیق میں عموماً اور اہل تشیع علماء کے نزدیک خصوصاً شیعہ اور پھکڑ باز ہے'' (...محدث ص ۳۴)

تبصرہ: خیر القرون کا دور ہو یا تدوینِ حدیث کا دور، کسی دور میں بھی کسی عالمِ اسلام سے امام زہری رحمہ اللہ کا شیعہ اور پھکڑ باز ہونا قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ حافظ ابن حجر نے اپنی مشہور کتاب تقریب التہذیب میں امام زہری کی جلالتِ شان اور اتقان (ثقہ ہونے) پر اتفاق (اجماع) نقل کیا ہے۔ (دیکھئے ترجمہ نمبر ۶۲۹۶)

ان پر کسی محدث کی جرح قادح ثابت نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے یہی کتاب حدیث نمبر (۱)

جھوٹ نمبر۱۵تا۲۰: کذاب معترض نے لکھا ہے: ''قرآن مقدس سیرت رسول ﷺ اجماع صحابہؓ و تابعینؒ ائمہ مجتہدینؒ اور تمام امت اسی پر متفق ہیں کہ پیشاب کسی انسان کسی جاندار کا ہو وہ ناپاک اور پلید ہوتا ہے...'' (...محدث ص ۳۵)

تبصرہ: اس عبارت میں معترض نے قرآن مقدس، سیرتِ رسول، اجماع صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور تمام امت پر جھوٹ بولا ہے کیونکہ ایسی کوئی بات قرآن، حدیث، اجماع اور مذکورہ علماء سے ثابت نہیں کہ حلال جانوروں کا پیشاب ناپاک اور پلید ہوتا ہے بلکہ حنفیوں کے تسلیم

شدہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اگر آدمی کے کپڑے کو اونٹ کا پیشاب لگ جائے تو؟ انھوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۱۵ ح ۱۲۳۳، وسندہ صحیح)

اگر بکری کا پیشاب لگ جائے تو حماد بن ابی سلیمان دھونے کے قائل تھے جبکہ حکم بن عتیبہ نے کہا: نہیں (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۳۶، وسندہ صحیح)

محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی کی طرف منسوب کتاب الآثار میں چار پایوں وغیرہ کے پیشاب کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ ''میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا وہ تو پانی کو اور نہ کپڑے کو ناپاک کرتا ہے۔'' (کتاب الآثار اردو مترجم ص ۴۶)

جھوٹ نمبر ۲۱: معترض لکھتا ہے: ''قرآن مقدس میں مردہ کے کلام کرنے کو محال کہا گیا ہے'' (...محدث ص ۴۷)

تبصرہ: قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں صراحت کے ساتھ مردہ کے کلام کو محال کہا گیا ہو لہٰذا معترض نے قرآن مقدس پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۲: معترض نے لکھا ہے: ''کون نہیں جانتا کہ قرآن مقدس میں لوط علیہ السلام والی قوم کی سی بدکاری کرنیوالا کافر ہی ہوتا ہے اور لواطت کا کام سوائے کافر کے اور کوئی مومن نہیں کرتا'' (...محدث ص ۵۲)

تبصرہ: قرآن مقدس میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے کہ لواطت کرنے والا کافر ہوتا ہے لہٰذا معترض نے کتاب مقدس پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۳: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ایک موقوف اثر کے بارے میں معترض نے لکھا ہے: ''بخاری کے تمام نسخوں میں فی الدبر ہے من الدبر نہیں'' (...محدث ص ۵۳)

تبصرہ: صحیح بخاری کے کسی ایک نسخے میں بھی فی الدبر کے الفاظ نہیں ہیں لہٰذا معترض نے صحیح بخاری پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۴: معترض لکھتا ہے: ''قرآن کریم میں نکاح شادی کیلئے بلوغ شرط رکھا گیا ہے'' (...محدث ص ۵۷)

تبصرہ: قرآن کریم میں کہیں بھی نکاح شادی کے لئے بلوغ کو شرط نہیں رکھا گیا لہٰذا معترض نے قرآن مقدس پر جھوٹ بولا ہے۔ نیز دیکھئے یہی کتاب حدیث نمبر ۲۷

جھوٹ نمبر ۲۵: جونیہ نامی ایک عورت سے نبی ﷺ کا نکاح ہوا تھا جسے بعد میں آپ ﷺ نے جماع سے پہلے ہی طلاق دے دی تو وہ عورت ام المومنین نہ بن سکی۔ اس جونیہ کے بارے میں معترض نے لکھا ہے: ''ایک عیاش عورت'' (...محدث ص ۶۹)

تبصرہ: معترض کا جونیہ نامی عورت کو عیاش عورت کہنا جھوٹ اور گستاخی ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۶: معترض نے لکھا ہے: ''اسی لئے آپ ﷺ نے ابی بن سلول کا جنازہ بھی نہ پڑھا اور نہ اس کے لئے کوئی استغفار کی'' (...محدث ص ۷۲، ۷۳)

تبصرہ: کسی صحیح حدیث میں یہ نہیں آیا کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کا جنازہ نہیں پڑھا بلکہ صحیح احادیث میں جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ دیکھئے یہی کتاب حدیث نمبر ۳۶

جھوٹ نمبر ۲۷: معترض نے قاری حفص کی قراءت والے قرآن کا ذکر کر کے لکھا ہے:

''اور دوسری قراءت والا قرآن اس سرزمین پر بھی معدوم ہے'' (...محدث ص ۷۷)

تبصرہ: ہماری لائبریری میں قاری حفص کے علاوہ دو مشہور قاریوں والے قرآن موجود ہیں: قاری قالون اور قاری ورش رحمہما اللہ والے لہٰذا معدوم کا دعویٰ کر کے معترض نے جھوٹ کا ''لک'' توڑ دیا ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۸: معترض نے مشہور سُنی امام اور جلیل القدر تابعی امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: ''جو شیعوں میں شیعہ اور سنیوں میں اہل سنت تھا'' (...محدث ص ۷۹)

تبصرہ: زہری کا شیعہ ہونا کسی ایک قابلِ اعتماد محدث سے بھی ثابت نہیں ہے بلکہ امام ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے امام زہری کو حلیۃ الاولیاء (۳۶۰/۳) میں ذکر کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ اولیائے اُمت میں سے تھے۔

جھوٹ نمبر ۲۹: معترض نے نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے آپ کے بارے میں لکھا ہے: ''تیسرا آپ ﷺ میں جو لا ادری کا اندھیرا تھا وہ تو جبریل کی پڑھائی سے

دور ہو رہا ہے" (...محدث ص ۸۸)

تبصرہ: یہ کہنا کہ نبی ﷺ میں لا ادری کا اندھیرا تھا، نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث سے لہٰذا معترض نے گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے نبی ﷺ پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۰: معترض نے خلفائے راشدین کے بارے میں لکھا ہے: "وہ قطعاً امام کے پیچھے قرائت کرنے یعنی پڑھنے کے قائل نہیں تھے" (...محدث ص ۹۱، ۹۲)

تبصرہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے قراءت خلف الامام کا حکم ثابت ہے۔ دیکھئے یہی کتاب حدیث نمبر ۴۵، اور مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۳۰۴ ح ۳۷۶۵ وسندہ صحیح)

جھوٹ نمبر ۳۱: ایک آدمی قرآن پڑھ رہا ہو اور دوسرا آدمی اس کے سامنے حدیث پڑھنا شروع کر دے، اس کے بارے میں معترض نے لکھا ہے: "جس کو خود قرآن نے بیان کر دیا ہے کہ یہ وطیرہ کافروں کا ہے" (...محدث ص ۸۶)

تبصرہ: معترض اور اس کی ساری پارٹی قیامت تک قرآن، حدیث اور روایات ثابتہ سے ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے کہ جب نبی ﷺ یا صحابہ قرآن پڑھتے تھے تو اس کے مقابلے میں کافر حدیثِ رسول پیش کرتے اور پڑھتے تھے۔ نیز دیکھئے جھوٹ نمبر ۳۲

جھوٹ نمبر ۳۲: معترض نے کافروں کا قدیم زمانہ سے یہ پیشہ لکھا ہے کہ وہ قرآن کے مقابلے میں "قال قال رسول اللہ" کی لُوٹ مچا دیگا یا کسی گویے کو تلاوت قرآن شروع کروا دیگا" (...محدث ص ۸۷)

تبصرہ: ایسی کوئی بات کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۳: معترض نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ "خلف الامام پڑھنے کے قائل نہیں ہوئے" (...محدث ص ۹۲)

تبصرہ: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ظہر و عصر کی نمازوں میں فاتحہ خلاف الامام کے قائل و فاعل تھے۔ دیکھئے یہی کتاب حدیث نمبر ۴۵

جھوٹ نمبر ۳۴: معترض نے نبی ﷺ کے بارے میں لکھا ہے کہ "اور خود نبی کریم ﷺ

نے فرمایا" ما اعلم ما وراء جداری " (...محدث ص ۱۰۹)

تبصرہ: ایسی کوئی حدیث سند کے ساتھ ذخیرۂ حدیث میں موجود نہیں ہے لہٰذا معترض نے نبی ﷺ پر جھوٹ بولا ہے۔ نیز دیکھئے یہی کتاب حدیث نمبر ۵۲

" قرآن مقدس اور بخاری محدث" نامی کتاب کے معترض کے ان چونتیس (۳۴) جھوٹوں سے ثابت ہوا کہ وہ بذاتِ خود ایک کذاب و متروک شخص ہے لہٰذا صحیح بخاری وغیرہ پر اس کی خودساختہ ساری جرح باطل ہے۔

معترض کی عدالت ساقط ہونے کے بعد اس کی کتاب کا جواب صرف اس لئے لکھا گیا ہے تا کہ سادہ لوح مسلمانوں کو اس کے فتنے اور تلبیس کاریوں سے دور ہٹایا جائے، حق کو غالب اور باطل کا قلع قمع کر دیا جائے۔ وما علینا إلا البلاغ

حدیث نمبر ا۔ امام زہری کی ایک مرسل روایت

رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی کس طرح نازل ہوئی تھی؟ غارِ حراء میں کیا ہوا تھا؟ جبریل علیہ السلام فرشتے سے پہلی ملاقات اور پہلی وحی کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو آپ نے کیا فرمایا اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کیا جواب تھا؟ پھر ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور ان کی تسلی و تائید، پھر کچھ عرصے کے لئے وحی کا رُک جانا، یہ سب کچھ تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری کی اس حدیث میں درج ہے جسے امام زہری نے امام عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے، انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ امام زہری نے فرمایا:

"وفتر الوحي فترة حتی حزن النبي ﷺ فیما بلغنا حزناً، غدا منه مراراً کي یتردّی من رؤوس شواهق الجبال ، فکلما أوفی بذروة جبل لکي یلقي منه نفسه تبدّی له جبریل فقال :یا محمد! إنك رسول الله حقاً، فیسکن لذلك جأشه و تقرّ نفسه فیرجع ...."

"اور وحی کے آنے میں بہت تاخیر ہوئی یہاں تک کہ حضور اُن (واقعات) سے جو ہم کو معلوم

ہوئے ہیں، اس قدر غمگین ہوئے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر آپ نے اپنے تئیں گرا دینے کا ارادہ کیا اور جب آپ پہاڑ پر اس واسطے چڑھتے جب ہی جبرئیل آپ کے سامنے حاضر ہو کر عرض کرتے کہ یا محمد آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور ان کے اس کہنے سے حضورؐ کا دل ٹھکانے سے ہو جاتا اور نفس کو سکون ہوتا اور حضورؐ (پہاڑ پر سے) واپس آجاتے۔" (صحیح بخاری ج ۲ص ۱۰۳۳ح ۶۹۸۲، ترجمہ عبدالدائم جلالی دیوبندی ج ۴ص ۷۲۲)

تنبیہ: "حضور" لفظ کے بجائے نبی یا رسول وغیرہما کا لفظ استعمال کرنا چاہئے۔

یہ روایت صحیح بخاری کے علاوہ درج ذیل کتابوں میں بھی اسی سند اور مفہوم کے ساتھ موجود ہے:

مصنف عبدالرزاق (۵/ ۳۲۳ ح ۹۷۱۹ دوسرا نسخہ ۹۷۸۲) مسند احمد (۶/ ۲۳۲۔ ۲۳۳ ح ۲۵۹۵۹، الموسوعۃ الحدیثیہ ۴۳/ ۱۱۳) مسند اسحاق بن راہویہ (قلمی ص ۹۷، الف) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۳) صحیح ابی عوانہ (۱/ ۱۱۲) دلائل النبوۃ للبیہقی (۲/ ۱۳۸)

امام زہری سے اس روایت کو امام معمر بن راشد، عقیل بن خالد اور یونس بن یزید ثقہ راویوں نے بیان کیا ہے۔ امام زہری اہلِ سنت کے مشہور جلیل القدر امام، اعلیٰ درجے کے ثقہ ومتقن اور سچے راوی تھے۔ انھیں امام عجلی، حافظ ابن حبان اور حافظ ابن شاہین وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے۔ متعدد علماء نے زہری والی متصل سند کو اصح الاسانید میں شامل کیا ہے مثلاً دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (ص ۵۳ ص ۹۲ عن البخاری وسندہ صحیح، ص ۵۵ قالہ الحاکم)

امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز الاموی الخلیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

تمھارے پاس زہری جو کچھ سند کے ساتھ لے کر آئیں تو اسے مضبوطی سے پکڑلو۔

(تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۹۶۰ وسندہ صحیح)

مشہور ثقہ تابعی امام عمرو بن دینار المکی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے زہری سے زیادہ بہترین حدیثیں بیان کرنے والا (تابعین میں سے) کوئی بھی نہیں دیکھا۔

(الجرح والتعدیل ۸/ ۷۳ وسندہ صحیح، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۷ ص ۶۱)

اہلِ سنت کے جلیل القدر امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن شہاب ایسے دور میں باقی رہے جب دنیا میں ان جیسا کوئی بھی نہیں تھا۔ (الجرح والتعدیل ۷۴/۸ وسندہ صحیح)

امام مالک نے کثرت کے ساتھ موطأ امام مالک میں امام زہری سے روایتیں بیان کی ہیں۔

اہلِ سنت کے جلیل القدر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے امام محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب اور امام زہری کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: **"جمیعًا واحد فی الثبت"** دونوں ایک جیسے ثقہ ہیں۔ (مسائل ابن ہانی ج ۲ ص ۲۲۱ رقم ۲۲۱۲)

اسماء الرجال کے مشہور امام یحییٰ بن معین نے امام زہری کو ثقہ (قابلِ اعتماد سچا، عادل وضابط راوی) کہا۔ (دیکھئے تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۱۷)

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۳ ص ۴۱۔ ۴۶، ۴/۳۵، ۳۶

معلوم ہوا کہ امام مالک، عمر بن عبدالعزیز، سفیان بن عیینہ اور ائمۂ مسلمین کے نزدیک امام زہری ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہیں۔ آپ کی بیان کردہ احادیث موطأ امام مالک، الام للشافعی، مسند احمد، المسند المنسوب الیٰ ابی حنیفہ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابن الجارود، اور تمام کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ امام زہری پر کوئی جرح ثابت نہیں لہٰذا زہری پر حملہ احادیثِ صحیحہ پر حملہ ہے اور احادیثِ صحیحہ پر حملہ اصل میں دینِ اسلام پر حملہ ہے۔

زہری کے ثقہ اور صحیح الحدیث ہونے کے بعد عرض ہے کہ صحیح بخاری کی مذکورہ روایت کا یہ ٹکڑا مراسیلِ زہری میں سے ہونے کی وجہ سے نا قابلِ حجت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: **"ثم إن القائل فیما بلغنا هو الزهري ... وهو بلاغات الزهري ولیس موصولاً"** فیما بلغنا (ہمیں پتا چلا ہے) کے قائل زہری ہیں... اور یہ روایت بلاغاتِ زہری میں سے ہے، موصول (متصل سند سے) نہیں ہے۔ (فتح الباری ۳۵۹/۱۲ ح ۶۹۸۲)

مرسل اور بلاغات والی روایت زہری کی ہو یا کسی دوسرے تابعی کی: ہمیشہ ضعیف و نا قابلِ حجت ہوتی ہے۔ امام بخاری نے صحیح حدیث جس طرح سُنی تھی اس کے ساتھ بلاغات والا یہ ٹکڑا

بھی تھا، انھوں نے اسے بطورِ علمی امانت ودیانت من وعن بیان کر دیا ہے۔
"....محدث" نامی کتاب کے منکرِ حدیث مصنف نے بے ہودہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے بھی اس روایت کو مرسل قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ص ۱۴) اصولِ حدیث کے معمولی طالب علموں کو بھی یہ معلوم ہے کہ مرسل، منقطع اور بلاغات والی روایات صحیح بخاری کے موضوع اور عنوان سے خارج ہیں۔ صحیح بخاری کا نام دوبارہ درج ذیل ہے:

"الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه و أيامه"

(فہرست محمد بن خیر بن عمر الاشبیلی ص ۹۴، عمدۃ القاری للعینی ج ۱ ص ۵)

یہاں المسند سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو متصل سندوں کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔
معترض نے لکھا ہے: "جو شخص خودکشی کرتا ہے وہ کفر پر مرتا ہے کیونکہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو کر مرتا ہے..." (.....محدث ص ۱۲، ۱۳)
عرض ہے کہ یہ قاعدہ غلط ہے کیونکہ بعض لوگ سخت پریشانی کی وجہ سے بھی خودکشی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں لہٰذا انھیں کافر قرار دینا اہلِ اسلام کا مسلک نہیں ہے۔
ایک صحابی نے بیماری اور تکلیف کی وجہ سے اپنی انگلیاں کاٹ کر خودکشی کر لی تھی تو نبی ﷺ نے اس کے لئے اللہ سے استغفار کی دعا فرمائی۔ دیکھئے صحیح مسلم (کتاب الایمان باب الدلیل علیٰ أن قاتل نفسہ لا یکفر ح ۱۱۶، وترقیم دار السلام: ۳۱۱) ومسند امام احمد (۳۷۰/۳)
علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اہلِ سنت کے اس عظیم قاعدے کی دلیل ہے کہ خودکشی کرنے والا کافر نہیں ہے۔ (صحیح مسلم مع شرح النووی، درسی نسخہ ج ۱ ص ۷۴)
ایک شخص نے خودکشی کر لی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا جنازہ لایا گیا، آپ نے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔

(دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۴ ح ۹۷۸ وترقیم دار السلام: ۲۲۶۲، مسند احمد ۸۷/۵، ۹۱، ۱۰۷)

نووی فرماتے ہیں: خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھنی چاہئے اور یہ مسلک عمر بن عبدالعزیز اور اوزاعی کا ہے۔ حسن بصری، ابرہیم نخعی، قتادہ، مالک بن انس، ابوحنیفہ، شافعی

اور جمہور علماء نے کہا کہ خود کشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ انھوں نے اس حدیث (سے استدلال) کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی ﷺ نے خود اس لئے جنازہ نہیں پڑھا تا کہ لوگوں کو اس فعل سے ڈانٹا جائے اور صحابہ نے اس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی.....

(شرح النووی ج۱ص۳۱۴)

ابن حزم نے خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنے والے بعض آثار کو صحیح قرار دیا ہے۔
دیکھئے المحلیٰ (ج۵ص۱۷۱، مسئلہ:۶۱۱)

معلوم ہوا کہ جو شخص خود کشی کو حلال نہیں سمجھتا لیکن کسی تکلیف یا مصیبت کی وجہ سے اس کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو یہ شخص کافر نہیں ہے اور نہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوا ہے لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ ''لیکن اپنے اختیار سے اپنے آپ کو مار دینے والا شخص قطعاً مسلمان ہو کر نہیں مرتا'' غلط ہے۔ اس دعوے کا کوئی ثبوت قرآنِ مقدس میں نہیں ہے۔

یاد رہے کہ خود کشی کرنا علیحدہ بات ہے اور اس کا ارادہ کرنا علیحدہ بات ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں کسی ناجائز کام کے نہ کرنے کے باوجود صرف ارادہ کرنا قابلِ مواخذہ نہیں ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم کی پیدائش سے پہلے لکھی جانے والی کتاب الصحیفۃ الصحیحہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((وإذا تحدّث بأن يعمل سيئة فأنا أغفرها مالم يعملها .)) اور اگر برائی کرنے کا (کوئی شخص) ارادہ کرے تو میں اسے معاف کر دیتا ہوں جب تک وہ عمل نہ کرے۔ (صحیفہ ہمام بن منبہ:۵۳)

یہ روایت امام معمر بن راشد کی کتاب الجامع (۲۰۵۵۷) حافظ عبدالرزاق بن ہمام کی کتاب المصنف (۲۸۶/۱۱) امام احمد کی کتاب المسند (۳۱۵/۲ ح ۸۱۲۶) اور امام مسلم کی کتاب صحیح مسلم (۲۰۵/ ۱۲۹، ترقیم دارالسلام: ۳۳۶) وغیرہ میں موجود ہے۔ اس مفہوم کی دوسری روایات صحیح بخاری (۶۴۹۱) اور صحیح مسلم (۱۳۱) وغیرہما میں بھی موجود ہیں جن میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص بُرائی کا ارادہ کرے اور پھر اس پر عمل نہ کرے تو اسے پوری ایک نیکی ملتی ہے۔

درج بالا بحث کا خلاصہ مع فوائد درج ذیل ہے:

① روایتِ مذکورہ جس پر معترض نے اعتراض کیا ہے، صحیح بخاری کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے لہٰذا امام بخاری سراسر بری ہیں۔

② روایتِ مذکورہ کو بطورِ اصل اور بطورِ حجت بیان نہیں کیا گیا بلکہ ایک صحیح روایت کے ذیلی متن کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

③ روایتِ مذکورہ کی سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

④ امام ابن شہاب الزہری جلیل القدر تابعی ہونے کے ساتھ ثقہ بالاجماع امام ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کتاب مسند امام اعظم (ص ۲۶۴ ح ۲۷۰) میں امام ابوحنیفہ کی امام زہری سے روایت موجود ہے۔ نیز دیکھئے مسند الامام ابی حنیفہ تالیف ابی نعیم الاصبہانی (ص ۳۹) جامع المسانید للخوارزمی (۲/ ۸۶) مسند ابی حنیفہ مع شرح الملا علی القاری (ص ۱۰۷) مسند ابی حنیفہ لابی محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی الکذاب (ص ۵۰ ح ۱۰۷) کتاب الآثار لمحمد بن الحسن الشیبانی فیما یقال (ص ۱۹۸ ح ۹۲۲)

⑤ امام زہری کی بیان کردہ بلاغی روایت اگر صحیح ہوتی تو اس کا تعلق اس دور سے ہے جب شرعی احکام میں سے کچھ بھی نازل نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا ایسی حالت میں ایسی بات کا ارتکاب حرام نہیں ہے جس کا حرام ہونا وحی الٰہی میں نازل نہیں کیا گیا۔

⑥ خودکشی کا ارادہ کرنا اس ضعیف روایت میں مذکور نہیں بلکہ صرف اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کا ارادہ مذکور ہے۔ اصحاب الاخدود والے لڑکے کو پہاڑ سے گرایا گیا تھا مگر وہ زندہ سلامت رہا تھا۔

⑦ بُرائی کا ارادہ کرنا کفر یا حرام نہیں اور ارادہ کرنے کے بعد بُرائی نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ملتا بلکہ ایک کامل نیکی ملتی ہے۔

⑧ قرآن مجید میں کہیں بھی خودکشی کو کفر قرار نہیں دیا گیا۔

⑨ نبی ﷺ نے اپنے آپ کو پہاڑ سے کبھی نہیں گرایا لہٰذا اعتراض فضول ہے۔

⑩ اگر یہ مرسل روایت صحیح ہوتی تو اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ مشکل کشا،

حاجت روا اور عالم الغیب نہیں بلکہ بشر مخلوق ہیں لہٰذا آپ کی عبادت نہیں کرنی چاہئے بلکہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرنی چاہئے جو عالم الغیب، مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔

۲۔ جادو کا اثر اور ہشام بن عروہ رحمہ اللہ

راقم الحروف کی کتاب ''صحیح بخاری کا دفاع'' عرف ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ جادو کا محدود اور عارضی اثر ہو جانا ثابت ہے جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جادوگروں کی نظر بندی کا اثر ہوا تھا اور آپ خوف زدہ ہو گئے تھے۔ مثلاً دیکھئے سورۂ طٰہٰ: ۶۷

اسی طرح ہشام بن عروہ (ثقہ امام) کی بیان کردہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (ایک یہودی کے) جادو کا (عارضی اور محدود) اثر یہ ہوا تھا کہ آپ دنیا کی بعض باتیں (چند دن کے لئے) بھول جاتے تھے، ان باتوں کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔
ہشام بن عروہ کو امام ابو حاتم الرازی، امام عجلی، امام یحییٰ بن معین اور امام ابن حبان وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ہشام کا مختلط ہونا ثابت نہیں ہے اور اگر بفرضِ محال یہ ثابت بھی ہو تو یہ روایت ہشام سے ابو ضمرہ انس بن عیاض المدنی نے بھی بیان کر رکھی ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۳۹۱)
لہٰذا معلوم ہوا کہ جادو والی روایت مزعوم اختلاط سے پہلے کی ہے۔

ہشام بن عروہ پر تدلیس کا الزام بھی ثابت نہیں ہے اور اگر یہ بفرضِ محال ثابت بھی ہو تو انھوں نے اس روایت میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۰ ح ۳۱۷۵)
مسلمانوں میں سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''رجل مسحور'' تھے۔ معاذ اللہ بلکہ اس حدیث کا صرف یہ مطلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا یہ عارضی اثر ہوا تھا کہ آپ دنیاوی اُمور کی بعض چیزیں تھوڑی دیر کے لئے بھول جاتے جبکہ ان چیزوں کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔
تفصیل کے لئے دیکھئے ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' (ص ۲۲۔۲۶، ۳۷۔۳۹)
تنبیہ: امام ابو حنیفہ سے یہ قول باسند صحیح قطعاً ثابت نہیں ہے کہ ''لا حقیقة للسحر''

جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے لہٰذا معترض نے امام صاحب پر جھوٹ بولا ہے۔

جدید دور کے منکرِ حدیث اور گستاخِ تابعین و گستاخِ سلف صالحین کا ہشام بن عروہ کو کذاب کہنا بذاتِ خود اس منکر حدیث کے کذاب ہونے کی دلیل ہے۔

موطأ امام مالک، کتاب الام للشافعی، مسند الامام احمد اور صحیحین کے بنیادی راوی ہشام بن عروہ کے بارے میں ابو حاتم الرازی نے فرمایا: وہ ثقہ ہیں، حدیث کے امام ہیں۔

(کتاب الجرح والتعدیل ج۹ ص۶۴)

امام عجلی نے کہا: وہ ثقہ تھے۔ (تاریخ بغداد ۱۴/۴۱ وسندہ صحیح)

متاخرین میں سے ابن القطان الفاسی نے کہا: ہشام اور عثمان دونوں (بھائی) ثقہ ہیں۔

(بیان الوہم والایہام ۵/۴۲۹ ح ۲۶۰۴)

ایسے زبردست ثقہ اور سچے امام کو کذاب قرار دینا انھی لوگوں کا کام ہے جو بذاتِ خود کذاب و خائن ہونے کے ساتھ ساتھ منکرِ حدیث بھی ہوں۔

۳۔ کیا اللہ بندے میں حلول کر جاتا ہے؟

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ بندہ میرے پسندیدہ اعمال کے ذریعے سے جو میں نے اس پر فرض کئے ہیں میرا تقرب حاصل کرتا ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ میرا پسندیدہ بن جاتا ہے پھر میں اس کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی بصارت ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں.... الخ (ح ۶۵۰۲)

یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ صحیح ابن حبان (۳۴۸) السنن الکبریٰ للبیہقی (۳/۳۴۶، ۱۰/۲۱۹) حلیۃ الاولیاء (۱/۴، ۵) شرح السنۃ للبغوی (۵/۱۹ ح ۱۲۴۸، وقال: ”ھذا حدیث

صحیح") اور الصحیحہ للالبانی (۱۶۴۰) میں موجود ہے۔

اس حدیث میں سماعت، بصارت، ہاتھ اور پاؤں بننے سے دو چیزیں مراد ہیں:

① اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی حاجات پوری فرماتا ہے۔

② بندے کی آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں وہی کام کرتے ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں۔

دیکھئے شرح السنۃ (ج ۵ ص ۲۰)

اس حدیث سے حلولیت کا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اللہ فرماتا ہے: "اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں" اس سے ثابت ہوا کہ اللہ علیحدہ ہے اور بندہ علیحدہ ہے، دونوں ایک نہیں ہیں نیز دوسرے قطعی دلائل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی کا علمائے شریعت پر رد کرنا اور اس حدیث سے حلولیوں کا فناء فی اللہ کا عقیدہ کشید کرنا (دیکھئے فیض الباری ج ۴ ص ۴۲۸) واضح طور پر غلط ہے۔ اگر بندہ خود خدا ہو جاتا ہے تو پھر "مجھ سے سوال کرے اور مجھ سے پناہ مانگے" کیا معنی رکھتا ہے؟

تنبیہ (۱): روایتِ مذکورہ بالا خالد بن مخلد کی وجہ سے حسن لذاتہ (اور شواہد کے ساتھ) صحیح لغیرہ ہے۔ والحمدللہ

تنبیہ (۲): منکرِ حدیث معترض نے لکھا ہے: "امام بخاری کہتا ہے کہ اللہ پاک بندے میں حلول کر کے اسکے اعضاء بن جاتا ہے" (...محدث ص ۱۹)

امام بخاری نے بندے میں حلول والی بات بالکل نہیں لکھی لہٰذا معترض کی یہ بات بہت بڑا جھوٹ ہے جس کا اُسے اللہ کے دربار میں جواب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

۴۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث اور روٹیاں پکانا؟

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی جسے اللہ تعالیٰ اہل جنت کی میزبانی کے لئے اس طرح سمیٹ کر رکھ لے گا جس طرح تم سفر کے موقعہ پر اپنی روٹی سمیٹ کر رکھتے ہو۔"

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۵۷۶ ح ۶۵۲۰ ترجمہ ظہور الباری اعظمی دیوبندی)

یہ حدیث صحیح مسلم (۲۷۹۲ [۷۰۵۷]) مسند عبد بن حمید (۹۶۲) شرح السنہ للبغوی (۱۵/۱۱۳، ۱۱۴ ح ۴۳۰۶ وقال: "ھذا حدیث متفق علیٰ صحتہ") البعث لابی عوانہ (اتحاف المہرۃ ۵/۳۳۰ ح ۵۴۹۱) اور التوحید لابن خزیمہ (ص ۷۳، ۷۴ ح ۹۸) میں موجود ہے۔

اس میں "یتکفؤھا الجبار بیدہ ... " کا مطلب ہے کہ اسے جبار (اللہ) اپنے ہاتھ سے اُلٹے پلٹے گا جس طرح تم میں سے کوئی شخص دستر خوان پر روٹی کو الٹتا پلٹتا ہے۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "ید" ہاتھ کا اثبات ہے اور مثال کے ذریعے سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ زمین گول کے بجائے چپٹی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے ہرگز تشبیہ نہیں دی گئی مگر معترض نے لکھا ہے:

"لیکن امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی طرح اپنے ہاتھ سے روٹی پکا کے جنتیوں کو کھلائے گا...." (ص ۲۱)

ملتانی کی یہ بات کالا جھوٹ ہے۔ حدیثِ مذکور میں اللہ تعالیٰ کا روٹیاں پکانا بالکل موجود نہیں ہے۔

۵۔ حواء علیہا السلام اور خیانت

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ولو لا حواء لم تخن أنثی زوجھا)) "اور اگر حواء نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی۔

(صحیح بخاری: ۳۳۳۰، ۳۳۹۰)

یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

صحیح مسلم (۱۴۶۸، دار السلام: ۳۶۴۸) مسند احمد (۲/۳۱۵ ح ۸۱۷۰) صحیفہ ہمام بن منبہ (۵۷) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۴۱۵۷ یا ۴۱۶۹) شرح السنۃ للبغوی (۹/۱۶۴ ح ۲۳۳۵ وقال: "ھذا حدیث متفق علیٰ صحتہ")

اس حدیث میں خیانت سے مراد یہ ہے کہ حواء علیہا السلام نے آدم علیہ السلام کو اس درخت کا پھل

کھانے پر آمادہ کیا جس درخت سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا۔ یعنی اگر اس درخت کا پھل نہ کھایا جاتا تو آدم علیہ السلام جنت سے نہ اُتارے جاتے اور نہ دنیا کی یہ خیانتیں ظہور پذیر ہوتیں۔ دیکھئے مشکلات الاحادیث النبویہ للقصیمی (ص ۱۱، ۱۲)

اس حدیث میں خیانت سے مراد فواحش کا ارتکاب نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ حواء نے ابلیس کے وسوسے سہواً قبول کر کے آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا پھر وہ کام ہو گیا جس کی وجہ سے جنت سے نکلنا پڑا۔ دیکھئے فتح الباری (۳۶۸/۶ ح ۳۳۳۰)

امام بخاری نے حواء علیہا السلام کو نہ خائن کہا اور نہ بدنام بلکہ ایک صحیح حدیث بیان کر دی جو اُن کی پیدائش سے پہلے دنیا میں موجود تھی۔

۶۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کا والد آزر

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن (پدری رشتے کی وجہ سے) اپنے والد کے لئے سفارش کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جنت کو کافروں پر حرام قرار دیا ہے پھر ابراہیم علیہ السلام کے والد کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

(صحیح بخاری: ۳۳۵۰، ۴۷۶۹، المستدرک للحاکم ۲۳۸/۲ ح ۲۹۳۶ وصححہ علیٰ شرط الشیخین ووافقہ الذہبی)

اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں مثلاً:

① کتاب التفسیر للنسائی (ح ۳۹۵) وسندہ حسن

② کشف الاستار فی زوائد البزار (۶۶/۱ ح ۹۷) وسندہ حسن

اس صحیح حدیث کو قرآنِ مقدس کے خلاف قرار دینا اُسی شخص کا کام ہو سکتا ہے جو قرآن اور حدیث دونوں سے تہی دامن اور کنگلا ہو۔

یہ کہنا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تو براءت کر دی تھی اس بات کے منافی نہیں ہے کہ قیامت کے دن جب وہ اپنے والد کو دیکھیں گے تو پدری رشتے کی وجہ سے جو کہ فطری امر ہے اپنے باپ کو جہنم کے عذاب سے بچانے کی کوشش کریں گے مگر اللہ رب العالمین کے

دربار میں یہ کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے انبیاء اور اولیاء سب مجبور ہیں، ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

۷۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب

رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب نے ساری زندگی آپ کی زبردست حمایت کی لیکن انھیں موت کے وقت تک کلمہ پڑھنا نصیب نہ ہوا۔ یہ بات قرآن سے تو نہیں لیکن صحیح بخاری وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی مجلس میں آپ کے چچا کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: ((**لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة فيجعل في ضحضاح من النار يبلغ كعبيه يغلي منه دماغه .**)) ہوسکتا ہے کہ میری شفاعت انھیں قیامت کے دن نفع پہنچائے تو وہ (جہنم کی) آگ کے چھوٹے سے گڑھے میں ڈال دیئے جائیں، آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے ان کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(صحیح بخاری: ۳۸۸۵، ۶۵۶۴)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:
صحیح مسلم (۲۱۰ [۵۱۳]) مسند احمد (۳/۸، ۹، ۵۰، ۵۵) مسند ابی یعلیٰ (۱۳۶۰)
صحیح ابی عوانہ (۱/۹۷، ۹۸) صحیح ابن حبان (۶۲۳۸ یا ۶۲۷۱ وسندہ صحیح)
دلائل النبوہ للبیہقی (۲/۳۴۷)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے آپ کے چچا کے عذاب میں کچھ تخفیف ہو گی لیکن اس تخفیف کے باوجود اس کا دماغ آگ کی گرمی کی وجہ سے کھول رہا ہوگا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض جہنمیوں کو دوسرے جہنمیوں کے مقابلے میں زیادہ عذاب ہوتا ہے۔ یہ بات قرآنِ مقدس کی کسی آیت کے خلاف نہیں ہے۔ قرآنِ مقدس میں جس استغفار و شفاعت سے منع کیا گیا ہے، اُس سے مراد مذکور شخص کے لئے جہنم کے عذاب کا خاتمہ اور جنت میں داخلہ ہے اور یہ دونوں باتیں ابو طالب والی حدیثِ مذکور میں مفقود ہیں

قرآن وحدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

۸۔ کپڑے کے بدلے میں نکاح اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے اور ہماری بیویاں ہمارے ساتھ نہیں ہوتی تھیں تو ہم نے کہا: کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کر دیا، پھر آپ نے ہمیں ایک کپڑے کے بدلے میں عورت سے نکاح کرنے کی اجازت دی۔ پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اے ایمان والو! اللہ نے جو پاک چیزیں تمھارے لئے حلال کی ہیں انھیں حرام نہ کرو۔

(صحیح بخاری: ۴۶۱۵، ۵۰۷۱، ۵۰۷۵)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۱۴۰۴[۳۴۱۰۔۳۴۱۲]) مسند الحمیدی (۱۰۰) مسند احمد (۱/۳۸۵، ۳۹۰، ۴۲۰، ۴۳۲، ۴۵۰) السنن الصغریٰ للنسائی (۶/۶۷، مختصراً) السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۱۵۰) مسند ابی یعلیٰ (۵۳۸۲) شرح معانی الآثار للطحاوی (۳/۲۴) مصنف عبدالرزاق (۷/۵۰۶ ح ۱۴۰۴۸، مختصراً) السنن الکبریٰ للبیہقی (۷/۷۹، ۲۰۰، ۲۰۱)

اس حدیث میں تین باتوں کا ذکر ہے:

① صحابۂ کرام کا خصی ہونے کی اجازت مانگنا۔

② اس کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کو منع کر دینا۔

③ ایک کپڑے کے حق مہر کے ساتھ عورت سے نکاح کرنے کی اجازت۔

اس حدیث میں نکاح کی اجازت ہے اور اسے طیبات (پاک وحلال) میں سے قرار دیا گیا ہے۔ رہا متعۃ النکاح کا مسئلہ تو پہلے یہ جائز اور غیر حرام تھا، بعد میں اسے قیامت تک کے لئے حرام قرار دیا گیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''باب نهي النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن نكاح المتعة أخيرًا'' باب: نکاحِ متعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر میں منع فرمادینا۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب: ۳۲ ص ۹۱۵ طبع دارالسلام)

اس باب میں امام بخاری نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع فرمادیا تھا۔ (ح ۵۱۱۵)

معترض کا یہ کہنا کہ "جس کا مطلب ہے کہ امام بخاری خود بھی متعہ کے حلال ہونے کے قائل تھے۔" (ص ۲۸) بالکل جھوٹ اور امام بخاری پر بہتان عظیم ہے۔

یادرہے کہ متعۃ النکاح کا ترجمہ زنا کرنا غلط ہے۔

حنفیوں کے ایک "امام" محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی کی طرف منسوب کتاب الآثار میں لکھا ہوا ہے کہ ابوحنیفہ نے حماد سے، اُس نے ابراہیم سے، انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعۃ النکاح کے بارے میں نقل کیا: اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک جنگ میں متعہ کی اجازت دی گئی تھی.... پھر نکاح، میراث اور مہر کی آیت نے اس کو منسوخ کردیا۔" (اردو مترجم ص ۱۹۸)

اس روایت اور دوسری روایات سے دو چیزیں ثابت ہیں:

① کچھ عرصے کے لئے متعہ جائز تھا۔

② بعد میں ہمیشہ کے لئے اسے منسوخ قرار دے کر حرام کردیا گیا۔

لہٰذا قرآن و حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

۹۔ متعۃ النکاح کی ایک اور روایت

سیدنا جابر بن عبداللہ اور سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک لشکر میں تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: تمھیں متعہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے پس متعہ کرلو۔ (صحیح بخاری: ۵۱۱۷، ۵۱۱۸)

یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۱۴۰۵ [۳۴۱۳]) مسند احمد (۴/ ۴۷، ۵۱) مصنف عبدالرزاق (۷/ ۴۹۸ ح ۱۴۰۲۳) السنن الکبریٰ للنسائی (۵۵۳۹) شرح معانی الآثار للطحاوی (۳/ ۲۴) وغیرہ

سابقہ حدیث کی تشریح میں عرض کردیا گیا ہے کہ متعہ کی اجازت منسوخ ہے اور اب قیامت تک متعۃ النکاح حرام ہے۔

صحیح بخاری (۵۱۱۷، ۵۱۱۸) کی جس حدیث کے راویوں پر معترض (منکرِ حدیث) نے لعنتی راویوں کا فتویٰ لگایا ہے (...محدث ص۲۹) اُن کے نام درج ذیل ہیں:

① جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (مشہور صحابی)

② سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ (مشہور صحابی)

③ حسن بن محمد (بن علی بن ابی طالب) (مشہور ثقہ فقیہ تابعی)

④ عمرو (بن دینار) رحمہ اللہ (مشہور ثقہ فقیہ تابعی)

⑤ سفیان (بن عیینہ) رحمہ اللہ (مشہور ثقہ امام، تبع تابعی)

⑥ علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ (مشہور ثقہ امام)

تنبیہ: اس حدیث کو عمرو بن دینار تابعی سے امام شعبہ، روح بن القاسم اور ابن جریج نے بھی روایت کیا ہے۔ دیکھئے المسند الجامع (۱۰۱/۴ ح ۲۵۱۱)

اس حدیث کے بہت سے شواہد صحیح مسلم (۱۴۰۵، ترقیم دارالسلام: ۳۴۱۸) وغیرہ میں موجود ہیں۔

۱۰۔ متعۃ النکاح کی تیسری روایت

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا سلمہ بن الاکوع سے ایک مرفوع حدیث روایت کی جس سے متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۱۱۹)

معترض نے اس حدیث پر بھی اعتراض کر دیا ہے حالانکہ اسی حدیث کے آخر میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**وقد بینه علي عن النبي ﷺ أنه منسوخ**'' اور اسے علی (رضی اللہ عنہ) نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۱۱۹)

امام بخاری کے اس فیصلے کو معترض نے چھپا کر بدترین خیانت کا ثبوت دیا ہے۔

تنبیہ: امام محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب والی روایت المعجم الکبیر للطبرانی (۲۴/۷ ح ۶۲۶۶) وسندہ حسن) المستخرج للاسماعیلی اور المستخرج لابی نعیم الاصبہانی میں متصل سند کے ساتھ موجود ہے۔ (دیکھئے تغلیق التعلیق ۴/۴۱۲)

۱۱۔ حق مہر میں لوہے کی انگوٹھی

صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کے سامنے (برائے نکاح) پیش کیا پھر ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ کو ضرورت نہیں تو اس سے میرا نکاح کر دیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تمھارے پاس کوئی چیز ہے تو لے آؤ۔ اس نے کہا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: جا کر گھر میں دیکھو، اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے گھر سے واپس آکر کہا کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو آپ نے قرآن سکھانے کے بدلے میں اس عورت کا اس صحابیؓ سے نکاح کر دیا۔ دیکھئے صحیح بخاری (۳۰۵۰) وغیرہ

یہ حدیث کتاب النکاح (۵۱۵۰) میں مختصراً مذکور ہے اور صحیح بخاری کے علاوہ درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

موطأ امام مالک (۵۲۶/۲ ح ۱۱۴۱) مسند الحمیدی (۹۲۸) مسند احمد (۳۳۰/۵، ۳۳۴، ۳۳۶) صحیح مسلم (۱۴۲۵ [۳۴۸۷، ۳۴۸۸]) سنن دارمی (۲۲۰۷) سنن ابی داود (۲۱۱۱) سنن ابن ماجہ (۱۸۸۹) سنن الترمذی (۱۱۱۴، وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح وقد ذھب الشافعی إلٰی ھذا الحدیث'') سنن النسائی (۵۴/۶، ۹۱، ۱۱۳، ۱۲۳) منتقی ابن الجارود (۷۱۶) مسند ابی یعلیٰ (۷۵۲۲، ۷۵۳۹) شرح معانی الآثار للطحاوی (۱۷/۳) سنن الدارقطنی (۲۴۸/۳، ۲۴۹) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۸۷/۴) مسند ابی عوانہ (۶۸۶۰، ۶۸۶۶) مستدرک للحاکم (۱۷۸/۲) کتاب الام للشافعی (۵۹/۵، ۱۶۰)

لوہے کی انگوٹھی بھی مال ہے اگرچہ بہت تھوڑا ہے لیکن قرآن نے نکاح کے لئے مال ہونے کی شرط نہیں لگائی۔ ﴿اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اموال کے ذریعے سے نکاح کرو اور اموال کے ذریعے سے زنا نہ کرو۔

دیکھئے تفسیر قرطبی (طبعہ جدیدہ ج ۱ ص ۸۴۹)

یعنی اس آیت میں زنا کے مقابلے میں نکاح پر مال خرچ کرنے کا حکم ہے لیکن یہ شرط نہیں ہے کہ ضرور بالضرور نکاح کیلئے زیادہ مال ہونا چاہئے لہٰذا اس آیت کو حدیثِ مذکور کے خلاف پیش کرنا انھی لوگوں کا کام ہے جو حدیث کو حجت نہیں مانتے اور اپنے خودساختہ مفہومِ قرآنی کو حجت بنالیتے ہیں۔

۱۲۔ حق مہر میں تعلیمِ قرآن

سابقہ حدیث کی تحقیق میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی کا نکاح اس بنا پر کر دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو قرآن سکھائیں گے۔ اس صحیح حدیث کو امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور بہت سے محدثینِ کرام نے بیان کیا اور صحیح قرار دیا ہے اور کسی نے بھی اس پر جرح نہیں کی۔ امام شافعی نے اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے مگر معترض کہتا ہے: ''یا بے حیا ابو حازم راوی کی بکواس ہو گی جس نے یہ قصہ گھڑ کر آپ ﷺ کے جبین مقدس پر لگا دیا'' (...محدث ص ۳۳)

مشہور ثقہ تابعی ابو حازم سلمہ بن دینار المدنی رحمہ اللہ کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ امام احمد بن حنبل نے کہا: ثقہ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۴/۱۵۹، وسندہ صحیح)

۲۔ ابو حاتم الرازی نے کہا: ثقہ (ایضاً)

۳۔ امام یحییٰ بن معین نے کہا: مشهور مدني ثقة (التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ ص ۴۱۱، وسندہ صحیح)

۴۔ احمد بن عبداللہ العجلی نے کہا: مدني تابعي ثقة رجل صالح (تاریخ العجلی: ۶۴۱)

۵۔ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کر کے کہا: وہ مدینے والے عبادت گزار زاہدوں کے قاضیوں (یا واعظوں) میں سے تھے، سلیمان بن عبدالملک (اموی خلیفہ) نے انھیں بلانے کے لئے (امام) زہری کو بھیجا۔ زہری نے کہا: امیر کی دعوت قبول کریں۔ انھوں (ابو حازم) نے فرمایا: مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے پاس جاؤں، اگر انھیں کوئی ضرورت ہے تو وہ میرے پاس آئیں۔ (ج ۴ ص ۳۱۶)

۶۔ سفیان ثوری نے کہا: ''رحم الله أبا حازم'' اللہ ابو حازم پر رحم کرے۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد ۲/۳۷۳ فقرہ:۲۶۵۹ وسندہ صحیح)

۷۔ ابن سعد نے کہا: "وكان عابدًا زاهدًا" اور وہ عابد زاہد تھے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۴/۱۵، وسندہ حسن)

۸تا۱۱۔ بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن الجارود وغیرہم نے ابو حازم کی حدیث کو صحیح قرار دے کر انھیں ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔ کسی محدث نے ابو حازم رحمہ اللہ پر جرح نہیں کی مگر معترض انھیں گالیاں دے کر اپنی باطنی خباثت عیاں کر رہا ہے۔ نیز دیکھئے حدیث: ۳۴

۱۳۔ کتے کے جوٹھے سے وضو

اس پر اتفاق ہے کہ پاک پانی سے وضو کرنا چاہئے اور اگر پاک پانی نہ ملے تو پھر پاک مٹی سے تیمم کر لینا چاہئے۔ امام بخاری نے تعلیقاً امام زہری سے نقل کیا ہے کہ اگر پانی نہ ملے تو کتے کے جوٹھے پانی سے وضو کر لیں۔

(صحیح بخاری کتاب الوضوء باب الماء الذي يغسل به شعر الانسان قبل ح ۱۷۰)

امام زہری کی طرف منسوب یہ قول حافظ ابن عبدالبر کی کتاب التمہید (۱۸/۲۷۴، ۲۷۵، دوسرا نسخہ ۲/۲۱۰) اور تغلیق التعلیق (۲/۱۰۸) میں صحیح سند کے ساتھ "وليد بن مسلم عن الأوزاعي وعبدالرحمٰن بن نمر أنهما سمعا الزهري" کی سند سے مروی ہے۔ ولید بن مسلم مشہور ثقہ مدلس ہیں اور یہ روایت غیر مصرح بالسماع ہے لہٰذا زہری سے ثابت نہیں ہے۔ تاہم یہ ثابت ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس قول کو بعینہ فقہ قرار دیا۔

اگر اس قول کو ثابت مانا جائے تو معلوم ہوا کہ امام زہری اور امام سفیان ثوری کے نزدیک کتے کا جوٹھا پاک ہے لیکن یاد رہے کہ یہ قول غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ کتے کا جوٹھا پاک نہیں ہے۔ اجتہادی مسائل میں سلف صالحین پر لعن طعن نہیں کرنا چاہئے۔

حنفیوں میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ کتے کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور یہ کہ کتا اُٹھا کر نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ اس کا منہ بندھا ہوا ہو۔ وغیرہ

سفیان ثوری کا قول ہو یا حنفیوں کے یہ اقوال، یہ سب صحیح احادیث کے خلاف ہونے

کی وجہ سے مردود ہیں۔

معترض نے لکھا ہے: ''اور زہری جو اکثر علماء اسلام کی تحقیق میں عموماً اور اہل تشیع کے نزدیک خصوصاً شیعہ اور ٹھکوڑ باز ہے'' (...محدث ص ۳۴)

یہ سارا بیان جھوٹ اور افتراء پر مبنی ہے کیونکہ امام زہری کو علمائے اسلام میں سے کسی ایک نے بھی شیعہ یا ٹھکوڑ باز نہیں کہا بلکہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن شہاب (زہری) ایسے دور میں باقی رہے جب دنیا میں ان جیسا کوئی بھی نہیں تھا۔

(الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۷۲ وسندہ صحیح)

امام ایوب السختیانی نے کہا: میں نے زہری سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔

(الجرح والتعدیل ۸/۷۳، العلل للامام احمد: ۱۰۳/۱۰۷، تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۹۶۱ وسندہ صحیح)

امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز الاموی نے فرمایا: تمھارے پاس زہری جو کچھ سند کے ساتھ لے کر آئیں تو اسے مضبوطی سے پکڑ لو۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۹۶۰ وسندہ صحیح)

امام زہری کو عجلی، ابن حبان، بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، ابن الجارود، ابو عوانہ اور ترمذی وغیرہم نے ثقہ اور صحیح الحدیث قرار دیا ہے۔ ان پر اہلِ سنت کے کسی عالم نے کوئی جرح نہیں کی لہٰذا معلوم ہوا کہ اُن کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۳۷ ص ۶۰۔۶۳

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ''متفق علی جلالته و اتقانه'' ان کی جلالتِ شان اور ثقہ ہونے پر اتفاق (اجماع) ہے۔ (تقریب التہذیب: ۶۲۹۶)

شیعہ رافضیوں کی کتاب تنقیح المقال میں لکھا ہوا ہے کہ ''کان الزهري من المنحرفين عنه يعني علياً'' زہری امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین میں سے تھے۔

(ج ۳ ص ۱۸۷، ماہنامہ الحدیث: ۳ ص ۴۳)

شیعوں کی یہ بات اور معترض کا افتراء دونوں ہی جھوٹ اور بہتان ہیں۔

۱۴۔ امام زہری کا ایک قول

یمن میں بعض کپڑے ایسے تیار کئے جاتے تھے جنھیں پیشاب سے رنگا جاتا تھا۔ امام

عبدالرزاق نے معمر سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: زہری یمن کے وہ کپڑے پہنتے تھے جنھیں پیشاب سے رنگا جاتا تھا۔

(صحیح بخاری قبل ح ۳۶۳، مصنف عبدالرزاق ۱/۳۸۳ ح ۱۴۹۶، تغلیق التعلیق ۲/۲۰۷)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ اس پر محمول ہے کہ وہ اس کپڑے کو پہننے سے پہلے دھوتے تھے۔

(فتح الباری ۱/۴۷۴ ح ۳۶۳)

اگر کافروں کے بنے ہوئے کپڑوں کو دھو کر پہنا جائے تو اس میں قرآنِ مجید کی کس آیت کی مخالفت ہوتی ہے؟

۱۵۔ صحابۂ کرام کی تواضع اور عاجزی

اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابۂ کرام سارے کے سارے جنتی ہیں اور ایمان وتقویٰ کے اعلیٰ درجات پر متمکن ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اپنے اس مقام پر کسی قسم کے تکبر کا اظہار کرتے تھے بلکہ یہ ثابت ہے کہ عاجزی، تواضع اور انکساری اُن کا شعار تھا۔

سیدنا یونس علیہ السلام نے کہا: ﴿ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (الانبیآء: ۸۷)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴾ (الشعراء: ۲۰)

سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ((نافق حنظلة)) (صحیح مسلم: ۲۷۵۰، دارالسلام: ۶۹۶۶)

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں منع فرمادیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ایک انصاری جوان نے انھیں کہا: اے امیر المومنین! آپ کو بشارت ہو... تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! کاش میں برابر برابر چھوٹ جاؤں، نہ عذاب ہو نہ ثواب ہو۔ (صحیح بخاری: ۱۳۹۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وفات کے وقت کہا: میں چاہتی ہوں کہ میں بھولی بھلائی ہوتی۔

(کتاب المحتضرین لابن ابی الدنیا: ۲۱۷ وسندہ حسن)

محمد بن سلمہ (الہمدانی) سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں چاہتی ہوں کہ میں ایک درخت ہوتی، اللہ کی قسم! میں چاہتی ہوں کہ میں مٹی کا ڈھیلا ہوتی۔

(طبقات ابن سعد ۴/۸ ۷ وسندہ صحیح علی شرط مسلم)

اسی میں سے مشہور تابعی ابن ابی ملیکہ کا قول ہے کہ میں نے تیس صحابہ کو پایا ہے، ان میں سے ہر آدمی کو اپنے آپ پر نفاق کا خوف تھا، ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا تھا کہ وہ جبریل اور میکائیل کے ایمان پر ہے۔ (صحیح بخاری قبل ح ۴۸)

یہ قول درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

تاریخ ابن ابی خیثمہ (تغلیق التعلیق ۲/ ۵۲) کتاب الایمان لمحمد بن نصر المروزی، تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی، التاریخ الکبیر للبخاری (۵/ ۱۳۷ ت ۴۱۱) السنۃ للخلال (ص ۶۰۷، ۶۰۸ ح ۱۰۸۱)

اس قول کی دو سندیں ہیں:

ایک میں صلت بن دینار متروک ناصبی ہے اور دوسری میں سفیان ثوری و ابن جریج دونوں مدلس ہیں لہٰذا یہ قول ثابت ہی نہیں ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو سابقہ روایات کے مطابق تواضع اور عاجزی پر محمول ہے۔

تنبیہ: یہ قول صحیح بخاری کے نام اور موضوع سے خارج ہے لہٰذا اس کا ضعیف ہونا چنداں مضر نہیں ہے۔

۱۶۔ کثرتِ سوالات سے ممانعت

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں قرآن میں منع کر دیا گیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کریں تو ہم یہ پسند کرتے کہ باہر سے کوئی عقل مند آدمی آئے اور ہم سنیں ....الخ

(صحیح بخاری ج ۱ص ۱۵ ح ۲/۶۳)

اس حدیث کو امام بخاری نے موسیٰ بن اسماعیل سے انھوں نے سلیمان بن المغیرہ سے انھوں نے ثابت سے انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

صحیح بخاری کے علاوہ یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۱۲، دارالسلام: ۱۰۲) سنن الترمذی (۶۱۹ مختصراً وقال: ھذا حدیث حسن غریب) سنن النسائی (۴/ ۱۲۱ ح ۲۰۹۳) مسند احمد (۳/ ۱۴۳، ۱۹۳) مستخرج ابی عوانہ (۱/ ۲، ۳)

صحیح بخاری کی تعلیق کی سند حافظ ابن حجر اور عینی حنفی دونوں نے بیان کر دی ہے مگر معترض صاحب یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ ''کوئی سند پیش کی ہے یا کسی پھکو باز راوی کی اپج پر ایسا کہہ دیا ہے؟'' (...محدث ص ۴۲، ۴۳)

۱۹۔ مُردے کا جوتوں کی آواز سننا

بہت ہی مشہور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جب مُردے کو دفن کر دیا جاتا ہے اور لوگ واپس چلتے ہیں تو وہ میت چلنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۳۳۸، ۱۳۷۴)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

صحیح مسلم (۲۸۷۰، دارالسلام: ۷۲۱۷) مسند احمد (۳/۱۲۶، ح ۱۲۲۷۱، ۳/۲۳۳) السنۃ لابن ابی عاصم (۸۶۳) سنن النسائی (۴/۹۶، ۹۷، ۹۸) صحیح ابن حبان (۳۱۱۰ [۳۱۲۰]) الشریعۃ للآجری (ص ۳۶۵، ۳۶۶) مسند عبد بن حمید (۱۱۸۰) سنن ابی داود (۳۲۳۱، ۴۷۵۲) مصنف عبدالرزاق (۳/۵۶۷ ح ۶۷۰۳ من حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

شرح السنۃ للبغوی (۵/۴۱۵ ح ۱۵۲۲، وقال: ھذا حدیث متفق علی صحتہ)

اس صحیح حدیث کا انکار ڈاکٹر عثمانی نہ کر سکا تھا بلکہ تاویل کر کے اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی تھی مگر معترض اسے اتہام اور قرآن کے ظاہر حکم کے خلاف قرار دے رہا ہے۔

(...محدث ص ۴۴، ۴۵)

صحیح بخاری والی حدیث کی سند کا دارومدار درج ذیل راویوں پر ہے:

① مفسرِ قرآن امام قتادہ بن دعامہ ثقہ ثبت اور مشہور تابعی ہیں۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۵۵۱۸) وغیرہ

قتادہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۲۸۷۰، دارالسلام: ۷۲۱۶)

اسے قتادہ سے دو راویوں سعید بن ابی عروبہ اور شیبان بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا ہے۔

ان راویوں کو معترض ''دلعنتی'' کہہ رہا ہے۔ (...محدث ص ۴۵)

یاد رہے کہ جوتوں کی چاپ سننے والی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

دیکھئے مصنف عبدالرزاق (ح ۶۷۰۳)

۲۰۔ قبر پر ٹہنی لگانا

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قبر پر ایک ٹہنی لگادی پھر فرمایا: ہوسکتا ہے کہ جب تک یہ دونوں ٹہنیاں خشک نہ ہو جائیں، اللہ ان دونوں (قبر والوں) کے عذاب میں کمی فرمادے۔

(مسند احمد ۱/۲۲۵ ح ۱۹۸۰، وسندہ صحیح، صحیح بخاری: ۲۱۶، ۲۱۸، ۱۳۶۱، وصحیح مسلم: ۲۹۲)

اس حدیث کے شواہد کے لئے دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۳۷۶ ح ۱۲۰۴۱) وغیرہ

اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ طبقات ابن سعد (۷/۸) میں صحیح سند کے ساتھ ثقہ عابد مورق العجلی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) بریدہ الاسلمی (رضی اللہ عنہ) نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر پر دو ٹہنیاں لگائی جائیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو بطورِ تعلیق کتاب الجنائز میں ذکر دیا ہے۔ (قبل ح ۱۳۶۱)

درج بالا صحیح حدیث اور جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے عمل کے خلاف معترض نے کوئی آیت پیش نہیں کی بلکہ یہ بے بنیاد دعویٰ کر دیا ہے کہ "حالانکہ یہ مذہب شیعہ کی خاص مذہبی علامت ہے۔" (...محدث ص ۴۶)

حالانکہ مذہب شیعہ وروافض کی پیدائش سے بہت پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر دو ٹہنیاں لگائی یا لگوائی ہیں۔ اسے ٹہنی گاڑنا بھی کہتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ قبر میں میت کے ساتھ ٹہنیاں بھی لٹا کر رکھی جائیں۔

طبقات ابن سعد کے ثقہ راویوں اور صحیح بخاری کی معلق روایت کے بارے میں معترض نے اپنے خواب وخیال کی بنیاد پر بڑ مارتے ہوئے جو عبارت لکھی ہے، وہ ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۲۱۔ میت کا جنازے پر کلام کرنا

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ (سیدنا) ابو سعید الخدری (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لوگ جنازے کو اپنی گردنوں (کندھوں) پر اُٹھا کر چلتے ہیں تو نیک میت کہتی ہے: مجھے جلدی لے چلو اور بُری میت کہتی ہے: ہائے اس کی تباہی! اسے کہاں لے کر جا رہے ہو؟ الخ (ح ۱۳۱۴، ۱۳۱۶، ۱۳۸۰)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۳/ ۴۱ ح ۱۱۳۷۲، ۳/ ۵۸) مسند عبد بن حمید (۹۳۳) سنن النسائی (۴/ ۴۱) مسند ابی یعلیٰ (۱۲۶۵) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۰۲۷ یا ۳۰۳۸) شرح السنۃ للبغوی (۱۴۸۲، وقال: ھذا حدیث صحیح)

عبدالرزاق نے اسے مصنف میں "عن الثوري عن الأسود بن قيس عن نبيح" کی سند کے ساتھ سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ۳/ ۴۴۰ ح ۶۲۵۰ یا ۶۲۷۶ وسندہ ضعیف)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نیک آدمی کو جب اس کی چارپائی پر رکھ دیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: مجھے جلدی لے چلو، جلدی لے چلو اور اگر بُرے آدمی کو چارپائی پر رکھا جائے تو وہ کہتا ہے: ہائے تباہی! مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟

(مسند احمد ۲/ ۲۹۲ ح ۷۹۱۴ وسندہ حسن، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۳۳۶ یا ۲۴۵۷)

یہ روایت مرفوعاً یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے:

سنن النسائی (۴/ ۴۰، ۴۱ ح ۱۹۰۹، وسندہ حسن) مسند احمد (۲/ ۴۷۴ وسندہ حسن)

صحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۱۰۱ یا ۳۱۱۱ وسندہ حسن)

معترض نے اس حدیث کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا ہے کہ "قرآن مقدس میں مردہ کے کلام کرنے کو محال کہا گیا ہے" (..... محدث ص ۴۷)

معترض نے سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۱۱ بطورِ استدلال لکھی ہے حالانکہ اس سے معترض کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا بلکہ کتاب وسنت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد دنیا والوں سے مُردہ اس طرح کلام نہیں کرتا کہ لوگ اسے سنیں بلکہ اس کا کلام برزخی اخروی ہوتا ہے جس کی کیفیت سے اللہ ہی باخبر ہے۔ قرآنِ مقدس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾ حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کی موت آجائے، وہ کہتا ہے: اے میرے رب مجھے دوبارہ بھیج دے۔ (المؤمنون:۹۹)

معلوم ہوا کہ مُردہ مرنے کے بعد کلام کرتا ہے لہٰذا معترض کا دعویٰ غلط ہے اور بخاری ومسند احمد وغیرہما کی حدیث بالکل صحیح ہے۔

۲۲۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے (تواضع کرتے ہوئے) فرمایا: ((نحن أحق بالشك من إبراهيم .)) ابراہیم (علیہ السلام) سے زیادہ ہم شک کے مستحق ولائق ہیں۔ (۳۳۷۲، ۴۵۳۷، ۴۶۹۴)

بخاری کی یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

صحیح مسلم (۱۵۱) مسند احمد (۲/۳۲۶ ح ۸۳۲۸) سنن ابن ماجہ (۴۰۲۶) شرح مشکل الآثار للطحاوی (۱/ ۲۹۷، ۲۹۸ ح ۳۲۶۔ ۳۲۹) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۶۲۰۸) السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۰۵۰، ۱۱۲۵۳) شرح السنۃ للبغوی (۶۳)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم شک نہیں کرتے تو اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے کوئی شک نہیں کیا۔ آپ نے سیدنا ابراہیم ﷺ سے شک کی نفی کرتے ہوئے بطورِ تواضع اپنے آپ کو مقدم کیا۔ دیکھئے تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ (ص ۶۶) اعلام الحدیث للخطابی (۳/ ۱۵۴۵) فتح الباری (۶/ ۴۱۲۔ ۴۱۳) اور شرح مشکل الآثار (۱/ ۲۹۸)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر تابعین سعید بن المسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور امام زہری رحمہم اللہ کی بیان کردہ حدیث کا صحیح مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے معترض نے راویوں

کو لعنتی قرار دیتے ہوئے اس حدیث کو قرآن سے ٹکرا دیا اور یہ دعویٰ گھڑ لیا کہ ''بخاری صاحب فرمائیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو شک پڑ گیا تھا'' (دیکھئے....محدث ص ۵۰)

عرض ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو شک پڑ گیا تھا لہٰذا یہ معترض کا امام بخاری پر صریح بہتان ہے۔

۲۳۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا اعلانِ تواضع

المسیب بن رافع الکاہلی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے کہا: آپ کے لئے خوش خبری ہے، آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اختیار کی اور درخت کے نیچے بیعت فرمائی۔ انھوں نے فرمایا: اے بھتیجے! تجھے پتا نہیں کہ آپ کے بعد ہم نے کیا نئے کام کئے۔ (ح ۴۱۷۰)

یہ روایت موقوف ہے لہٰذا صحیح بخاری کے اصل موضوع سے خارج ہے۔ مجھے یہ روایت صحیح بخاری کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں باسند متصل نہیں ملی لیکن الکامل لابن عدی (۹۳۲/۳، دوسرا نسخہ ۵۱۳/۳) میں اسی مفہوم کی روایت سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں آیا ہے: ''أخي [إنك] لا تدري ما أحدثنا بعده '' اس کی سند حسن ہے۔

معترض نے روایتِ مذکورہ کو قرآن سے ٹکراتے ہوئے یہ دعویٰ کر دیا کہ بخاری محدث نے ''صحابہ پر بدعت کا فتویٰ'' لگا دیا ہے۔ (...محدث ص ۵۱)

عرض ہے کہ أحدث کا معنی ہر جگہ بدعت نکالنا نہیں ہوتا بلکہ نئے کام کرنے اور وضو ٹوٹنے کو بھی اُحدث کہا جاتا ہے مثلاً ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گمان کے مطابق فرمایا: ''لو أدرك رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المساجد ... ''

عورتوں نے جو نئے کام نکالے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مشاہدہ فرماتے تو عورتوں کو مسجدوں سے منع کر دیتے۔ (الموطأ للامام مالک ۱۹۸/۱ ح ۴۶۹ وسندہ صحیح، صحیح بخاری: ۸۶۹)

یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجدوں سے منع نہیں کیا لہٰذا شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

امام ہمام بن منبہ رحمہ اللہ کے جمع شدہ الصحیفۃ الصحیحۃ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**لا تقبل صلاۃ أحدکم إذا أحدث حتی یتوضأ.**)) تم میں سے اگر کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو وضو کرنے کے بغیر اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

(ح ۱۰۸، صحیح بخاری: ۱۳۵، صحیح مسلم: ۲۲۵)

معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام نے دین میں بدعات نہیں نکالی تھیں بلکہ بعض ایسے نئے کام کئے تھے جن پر وہ خود تواضع کا مظاہرہ کرتے ہوئے پریشان تھے مثلاً جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں صحابہ کا باہم ایک دوسرے سے جنگیں کرنا وغیرہ۔ یہی مفہوم شارحین حدیث نے بیان کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے فتح الباری (۴۵۰/۷) اور عمدۃ القاری للعینی (۲۲۲/۱۷) وغیرہما.

اصل میں معترض مذکور بذاتِ خود بدعتی اور منکر حدیث ہے لہٰذا صحابۂ کرام بھی اسے بدعتی نظر آتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

ایک دفعہ حضرو کے علاقے میں ایک پاگل آ گیا تھا جو ہر جگہ یہ کہتا پھرتا تھا کہ لوگ پاگل ہیں۔!

۲۴۔ صحیح بخاری پر تہمت اور معترض + لواطت

قرانِ مجید میں ارشاد ہے: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ تمھاری بیویاں تمھاری کھیتی ہیں پس اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔ (البقرۃ: ۲۲۳)

اس آیت کی تشریح میں امام بخاری نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

"**یأتیھا في ...**" ....میں آئے (ح ۴۵۲۶، ۴۵۲۷) **في** کے بعد **قبلھا** یا **دبرھا** کے الفاظ صحیح بخاری میں قطعاً موجود نہیں ہیں لیکن اس موقوف روایت کے بعد والی مرفوع روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ **في** کے بعد **قبلھا** مراد ہے ورنہ پھر بچے کے بھینگا پیدا ہونے کا کیا مسئلہ ہے؟ (دیکھئے صحیح بخاری: ۴۵۲۸)

معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ **في** کا مجرور حذف کر کے اور بعد میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ دبر زنی جائز نہیں ہے مگر جاہل معترض نے

قسطلانی وغیرہ لوگوں کا ذکر کر کے یہ جھوٹ بولا ہے کہ "بخاری کے تمام نسخوں میں فی الدبر ہے" (....محدث ص ۵۳)

حالانکہ معترض کے پاس جو نسخہ موجود ہے اس میں بھی في کے بعد دبرھا کا لفظ نہیں ہے۔

دیکھئے (ج ۲ ص ۶۴۹)

نام نہاد تقلیدی مولویوں کے حاشیے کی بات کو متن میں درج کرنا انھی لوگوں کا کام ہے جو سفید کو سیاہ اور دن کو رات ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب "صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ" (ص ۴۱۔۴۳)

تنبیہ (۱): قسطلانی نے لکھا ہے کہ "دبرھا" کا لفظ امام بخاری نے منکر سمجھتے ہوئے ساقط کر دیا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۷ ص ۳۴)

قسطلانی نے تو انکار کر دیا ہے مگر معترض نے منکر بات کو امام بخاری کے ذمے لگا دیا ہے۔ سبحان اللہ!

تنبیہ (۲): صحیح بخاری کے درسی نسخے کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے کہ "**وحملوا ما ورد عن ابن عمر أنه يأتيها في قبلها من دبرها...**" اور اہلِ سنت نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے واردشدہ روایت کو اس پر محمول کیا ہے کہ قُبل (جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے) میں پچھلی طرف سے جماع کرے گا۔ (ج ۲ ص ۶۴۹ حاشیہ: ۱۰)

اہلِ سنت کی اس تشریح سے معترض کا اعتراض جڑ سے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ والحمد للہ

۲۵۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور متعۃ النکاح

ابو جمرہ نصر بن عمران الضبعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس کو سُنا، آپ سے جب متعۃ النساء کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ اس کی اجازت دیتے تھے۔ ان کے غلام نے کہا: یہ تو شدید (مجبوری کی) حالت میں ہوتا تھا جبکہ عورتوں کی قلت تھی تو ابن عباس نے فرمایا: جی ہاں! (صحیح بخاری: ۵۱۱۶)

یہ موقوف روایت درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

شرح معانی الآثار للطحاوی (۲۶/۳) مستخرج الاسماعیلی بحوالہ فتح الباری (۱۷۱/۹) السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۰۵/۷)

ابو جمرہ نصر بن عمران بن عصام البصری الضبعی ثقہ ثبت ہیں۔

دیکھئے تقریب التہذیب (۷۱۲۲)

ان کے شاگرد امام شعبہ بن الحجاج البصری رحمہ اللہ بہت بڑے ثقہ محدث اور اسماء الرجال کے امام ہیں۔ روایتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نکاحِ متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ اس روایت کی تائید میں اور بھی کئی روایتیں ہیں مثلاً:

① عن محمد بن علی بن ابی طالب عن أبیہ رضی اللہ عنہ

(صحیح بخاری: ۶۹۶۱، صحیح مسلم: ۱۴۰۷، ترقیم دارالسلام: ۳۴۳۲، ۳۴۳۴)

② عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۱۴۰۶، دارالسلام: ۳۴۲۹، شرح معانی الآثار للطحاوی ۲۴/۳)

③ عبیداللہ بن عبداللہ رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۰۵/۷)

④ ابونضرہ رحمہ اللہ (صحیح مسلم: ۱۴۰۵، دارالسلام: ۳۴۷۱) وغیرہم

معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ متعۃ النکاح کو جائز سمجھتے تھے لیکن ابوعوانہ الاسفرائنی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ الربیع بن سبرہ رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) سے نقل کیا: **"ما مات ابن عباس حتى رجع عن هذه الفتيا"**

ابن عباس نے فوت ہونے سے پہلے اپنے اس فتوے سے رجوع کرلیا تھا۔

(مسند ابی عوانہ نسخہ جدیدہ ج ۳ ص ۲۷۳ ح ۳۲۸۴ وسندہ صحیح علیٰ شرط مسلم)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آخری عمر میں وفات سے پہلے متعۃ النکاح کے جواز سے رجوع کر لیا تھا تو معترض اور منکرینِ حدیث کے تمام اعتراضات سرے سے ختم ہوگئے۔

یاد رہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر مذکور پر امام بخاری نے باب باندھا ہے:

"باب نهي رسول الله ﷺ عن نكاح المتعة أخيراً" اس کا باب کہ رسول

اللہ ﷺ نے متعۃ النکاح سے آخری عمر میں منع فرما دیا تھا۔ (قبل ح ۵۱۱۵)

آخر میں امام بخاری فرماتے ہیں: "أنه منسوخ" یعنی متعۃ النکاح منسوخ ہے۔ (ح ۵۱۱۹)

لہٰذا معترض کا امام بخاری اور صحیح بخاری پر اعتراض باطل ہے۔

۲۶۔ شادی بیاہ پر دف بجانا اور اشعار پڑھنا

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ (سیدہ) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے ایک دلہن کو تیار کر کے (اس کے شوہر) ایک انصاری مرد کے پاس بھیج دیا تو نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمھارے پاس لہو (کھیل کود اور تفریح) والا کوئی نہیں تھا؟ انصار کو (شادی کے موقع پر) کھیل کود اور تفریح پسند ہے۔ (ح ۵۱۶۲)

لہو کا معنی کھیل کود اور تفریح دیوبندیوں کی کتاب القاموس الوحید میں لکھا ہوا ہے۔ (ص ۱۵۰۴)

اس لہو سے مراد دف بجانا اور چھوٹی بچیوں کا اشعار پڑھنا ہے۔ دیکھئے فتح الباری (۲۲۶/۹) عمدۃ القاری للعینی (۱۴۹/۲۰) اور ارشاد الساری للقسطلانی (۶۷/۸)

تنبیہ: قسطلانی کا حوالہ بطورِ الزام پیش کیا گیا ہے کیونکہ معترض نے اپنی مردود کتاب میں صفحہ ۵۳ پر قسطلانی کا قول بطورِ حجت پیش کیا ہے۔

صحیح بخاری کی روایتِ مذکورہ درج ذیل کتابوں میں بھی باسند موجود ہے:

المستدرک للحاکم [(۱۸۴/۲ ح ۲۷۴۹) وصححہ علیٰ شرط الشیخین ووافقہ الذہبی]

السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۸۸/۷)

شادی بیاہ پر دف بجانے کا جواز کئی احادیث سے ثابت ہے مثلاً:

① ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا (صحیح بخاری: ۵۱۴۷)

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت (صحیح بخاری: ۹۸۷، صحیح مسلم: ۸۹۲)

③ محمد بن حاطب الجمحی رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۴۱۸/۳ ح ۱۵۴۵۱، وسندہ حسن، سنن سعید بن منصور: ۶۲۹، سنن الترمذی: ۱۰۸۸، وقال: حدیث حسن، سنن النسائی ۱۲۷/۶ ح ۳۳۷۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۶، وصححہ الحاکم ۱۸۴/۲، والذہبی)

④ بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ

(سنن الترمذی: ۳۶۹۰ وقال: ''هذا حدیث حسن صحیح'' وسندہ حسن وصححہ ابن حبان، الموارد: ۲۱۸۶)

معلوم ہوا کہ عیدین اور نکاح کے وقت دف بجانا جائز ہے لیکن یاد رہے کہ دوسرے تمام آلاتِ موسیقی حرام ہیں۔ آلاتِ موسیقی کے حرام ہونے کے بارے میں دیکھئے شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کی کتاب تحریم آلات الطرب اور عبداللہ بن یوسف الجدیع العراقی کی کتاب احادیث ذم الغناء والمعازف فی المیزان

اس حدیث پر حملہ کرتے ہوئے معترض نے اسے قرآن مقدس سے ٹکرادیا ہے حالانکہ قرآن میں دف کا حرام ہونا کہیں مذکور نہیں ہے۔ معترض نے ثقہ راویوں کو بے بصیرت اور عیاش راوی کہہ کر اپنے باطن کی عیاشی و بے بصیرتی کو لوگوں کے سامنے عیاں کر دیا ہے۔

۲۷۔ نبی ﷺ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اور قرآن مجید

قرآنِ مجید میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ نکاح کے لئے ذہنی اور جسمانی بلوغت لازم ہے بلکہ آیت: ﴿وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ﴾ اور جنھیں حیض نہ آیا ہو۔ (الطلاق: ۴) سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی بچی سے نکاح وطلاق کا معاملہ ہوسکتا ہے۔ جنھیں حیض نہ آیا ہو، سے مراد چھوٹی بچیاں ہیں، دیکھئے تفسیر ابن جریر الطبری السُّنی (۹۲/۲۸)

چھ یا سات سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی والی بات تواتر کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے۔ اسے عروہ بن الزبیر (صحیح بخاری: ۳۸۹۶ و صحیح مسلم: ۱۴۲۲) اسود بن یزید (صحیح مسلم) یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب (مسند ابی یعلیٰ: ۴۶۷۳ وسندہ حسن) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف (سنن النسائی ۱۳۱/۶ ح ۳۳۸۱ وسندہ حسن) اور عبداللہ بن صفوان رحمہم اللہ (المستدرک للحاکم ۱۰/۴ ح ۶۷۳۰ وسندہ صحیح وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی) نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔ تابعین کرام میں سے درج ذیل علمائے حق سے اس مفہوم کے اقوال ثابت ہیں:

۱: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف (مسند احمد ۲۱۱/۶ ح ۲۵۷۶۹ وسندہ حسن)

۲: یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب (ایضاً وسندہ حسن)

۳: ابن ابی ملیکہ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۶/۲۳ ح ۶۲ وسندہ حسن)

۴: عروۃ بن الزبیر (صحیح بخاری:۳۸۹۶، طبقات ابن سعد ۶۰/۸ وسندہ صحیح)

۵: زہری (طبقات ابن سعد ۶۱/۸ وھو حسن)

اوراس مسئلے پر اجماع ہے۔ (دیکھئے البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۱۲۹/۳)

لہٰذا اس کا انکار کرنا باطل ومردود ہے۔ امام بخاری سے پہلے امام احمد بن حنبل (۱۱۸/۶، ۲۸۰) امام حمیدی (المسند: ۲۳۳ تحقیقی وسندہ صحیح) اورامام شافعی (کتاب الام ۱۶۷/۵) وغیرہم نے اس حدیث کو بیان کر رکھا ہے لہٰذا اسے ''بڑا بہتان'' قرار دینا اصل میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر حملہ ہے۔

تنبیہ: اس بات کا ثبوت اخباروں میں مع تصویر موجود ہے کہ نو (۹) سال کی بچی کے ہاں اولاد ہوئی ہے۔ مثلاً دیکھئے روزنامہ جنگ ۱۶/اپریل ۱۹۸۶ء ص ۵، ۱۴/جون ۱۹۹۳ء ص ۲

معترض نے چھ سات سال میں نکاح اور نو سال میں رخصتی والی متواتر حدیث کو قرآن سے ٹکرانے کی کوشش کی ہے حالانکہ قرآن مقدس میں یہ کہیں بھی نہیں لکھا ہوا کہ نابالغہ سے نکاح نہیں ہو سکتا یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا چھ سال کی عمر میں نکاح نہیں ہوا تھا، جب یہ بات قرآن میں موجود ہی نہیں تو کس طرح اسے خلافِ قرآن قرار دیا جا سکتا ہے؟

سورۃ القمر کی ایک آیت: ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ﴾ (۴۶) کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مکہ میں نازل ہوئی جب کہ میں کھیلنے والی (بچی) تھی۔ (صحیح بخاری:۴۸۷۶)

یہ آیت مکہ میں کس دور میں نازل ہوئی؟ اس کی کوئی صراحت قرآن، حدیث، اجماع اور آثارِ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ سنِ نبوی کے آخری سال یا آخری سالوں میں نازل ہوئی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبوت کے پانچویں سال یعنی ۵ نبوی کو پیدا ہوئی تھیں۔ دیکھئے سلیمان ندوی کی کتاب سیرتِ عائشہ (ص ۲۰، ۲۱)

یکم ہجری کو نو سال کی عمر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی تھی، اس لحاظ سے ہجرت سے پہلے والے سال میں آپ آٹھ سال کی تھیں۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ آیتِ مذکورہ ۱۲، ۱۳، نبوی یا اس سے ایک دو سال پہلے نازل ہوئی تھی۔ منکرینِ حدیث کی تردید کے لئے مفصل بحث پڑھنے کے لئے دیکھئے کتاب: ''عمر عائشہؓ کی تحقیق اور کاندھلوی تلبیس کا ازالہ'' ص (۳۱ تا ۳۴) از قلم حافظ ثناء اللہ ضیاء حفظہ اللہ

معترض نے جھوٹ بولتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ ''قرآن کریم میں نکاح شادی کے لئے بلوغ شرط رکھا گیا ہے'' حالانکہ قرآنِ مقدس میں ایسی کوئی شرط موجود نہیں ہے بلکہ سورۃ الطلاق کی آیت نمبر ۴ سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح شادی کے لئے بلوغ شرط نہیں ہے۔

سورۃ القمر کا پانچویں سال نازل ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ساری سورت ایک دفعہ ہی نازل ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ آیتِ مذکورہ شق القمر کے موقع پر نہیں بلکہ بعد میں نازل ہوئی تھی۔ یاد رہے کہ اس بات کا کوئی صحیح ثبوت نہیں ہے کہ شق القمر کا واقعہ ۵ نبوی کو ہی ہوا تھا لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر پر منکرینِ حدیث کا جمع وتفریق والا اعتراض باطل ہے۔

معترض نے منکرینِ حدیث کی تقلید کرتے ہوئے ''ہوگی'' وغیرہ سے عمرِ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بوقت رخصتی اٹھارہ انیس سال بنا کر ثقہ وصدوق راویوں پر لعن طعن کیا ہے جس کا اسے ان شاء اللہ جواب دینا پڑے گا۔

۲۸۔ مشرق یعنی عراق سے شیطان کا سینگ نکلے گا

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر کی طرف اشارہ کر کے تین دفعہ فرمایا: فتنہ یہاں سے ہوگا، جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ (ح ۳۱۰۴)

اسی حدیث کی دوسری سندوں میں صحیح بخاری میں ہی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرق کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ دیکھئے ح ۳۲۷۹، ۳۵۱۱، ۵۲۹۶، ۷۰۹۳

محدثین کا عموماً اور امام بخاری کا خصوصاً یہ طریقہ ہے کہ ایک حدیث کو ایک جگہ مختصر اور دوسری

جگہ مفصل بیان کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے لہٰذا مطول کو مختصر اور مفصل کو مجمل پر ہمیشہ ترجیح ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مشرق سے مراد عراق کا علاقہ ہے جیسا کہ میں نے مفصل اور مدلل طور پر موطأ امام مالک کی شرح (الاتحاف الباسم فی تحقیق الموطأ للامام مالک روایۃ ابن القاسم:۲۶۷) میں لکھا ہے۔ صحیح بخاری کی درج بالا حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

صحیح مسلم (۲۹۰۵) مسند احمد (۱۸/۲ ح ۴۶۷۹، ۹۱/۲ ح ۵۶۵۹)

مسند احمد میں آیا ہے کہ آپ (سیدہ) عائشہ کے (گھر کے) دروازے کے پاس کھڑے ہو کر مشرق کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرما رہے تھے۔ (ح ۴۶۷۹ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف اشارے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ فرما رہے تھے بلکہ یہ منبر سے مشرق: عراق کی طرف اشارہ تھا اور منبر کے سامنے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر تھا۔

معترض نے اپنی جہالت سے اس روایت کو بھی قرآن مقدس کے خلاف قرار دے کر رد کر دیا ہے۔

لطیفہ: صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**ولكن يقتله الله بيده فيريهم دمه في حربته .**)) اور لیکن اللہ اسے (دجال کو) آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کے ہاتھ سے قتل کرائے گا پھر (عیسیٰ علیہ السلام) لوگوں کو اپنے نیزے پر اس (دجال) کا خون دکھائیں گے۔ (ح ۲۸۹۷، ترقیم دارالسلام: ۷۲۷۸)

اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک منکرِ حدیث ف ح (غازی ضلع ہزارہ، صوبہ سرحد) نے میرے سامنے کہا تھا: ''تمھاری حدیث کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کو قتل کریں گے پھر اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔'' منکرِ حدیث کے اس خود ساختہ ترجمے پر لوگوں کے سامنے اس کی حقیقت واضح ہو گئی اور بعد میں اسے ذلیل و رسوا کر کے مسجد سے نکال دیا گیا۔ اس منکرِ حدیث کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے معترض اپنے زعمِ باطل

میں حدیثِ بخاری کا مصداق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بنا بیٹھے ہیں حالانکہ اس حدیث کا مصداق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے مشرق کی طرف عراق کا علاقہ ہے۔

۲۹۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تجھے نیند میں دو مرتبہ دیکھا ہے، ایک آدمی تجھے (یعنی تیری تصویر کو) ریشم کے کپڑے میں اُٹھائے ہوئے ہے پھر کہتا ہے: یہ آپ کی بیوی ہے، میں اسے کھولتا ہوں تو وہ تُو ہے پھر میں کہتا ہوں: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو ہو کر رہے گا۔ (صحیح بخاری: ۵۰۷۸، عن ہشام عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

یہی حدیث اسی سند کے ساتھ صحیح بخاری میں دوسری جگہ آئی ہے جس میں لکھا ہوا ہے:

تجھے فرشتہ ریشم کے لباس میں لا کر مجھے کہتا ہے: یہ آپ کی بیوی ہے۔ الخ (ح ۵۱۲۵)

معلوم ہوا کہ حدیثِ سابق میں آدمی سے مراد فرشتہ ہے جو کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتا ہے۔

یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

صحیح مسلم (۲۴۳۸) مسند احمد (۶/ ۴۱، ۱۲۸، ۱۶۱) سنن الترمذی (۳۸۸۰ من طریقِ آخر عن ابن ابی ملیکہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

اس صحیح حدیث کو کذاب معترض اپنے باطل زعم میں قرآن کے خلاف قرار دے کر کہتا ہے:

''اب اس بات کو بھی رہنے ہی دیجئے کہ کوئی مرد غیر محرم صدیقہؓ کی تصویر کو کس طرح اٹھا لایا؟ اگر فرشتہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور فرماتے کہ وہ مرد جبریل تھا.....'' (...محدث ص ۶۱)

عرض ہے کہ حدیث میں تو صراحت ہے کہ وہ فرشتہ تھا اور ہر فرشتہ جبریل نہیں ہوتا پھر خواب کو ہر وقت حالتِ بیداری پر قیاس کرنا عقلاً و نقلاً دونوں طرح سے غلط ہے۔ جب آپ نے خواب میں گائیں ذبح ہوتی دیکھی تھیں تو کیا اس سے مراد گائیوں کا ہی ذبح ہونا تھا یا یہ صحابۂ کرام کی شہادت تھی؟ دیکھئے صحیح بخاری کتاب التعبیر باب ۳۹ ح ۷۰۳۵

بعض اوقات خواب کا حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا جیسے قمیص گھسیٹنے سے مراد دین اور دودھ سے مراد علم ہے۔ آپ خواب سے یہ سمجھے کہ شاید اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا اشارہ ہے اسی وجہ سے آپ نے اگر کے مفہوم والے الفاظ بیان فرمائے۔

سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۱۴۷ میں ﴿مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ﴾ میں اَوْ (یا) یعنی بظاہر شک کا لفظ آیا ہے، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا صحیح مفہوم اور محمل بیان کیا جائے گا تو حدیث صحیح کا صحیح مفہوم و محمل بیان کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟

۳۰۔ سچے نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا توریہ اور کذبات

ایک صحیح حدیث میں کذباتِ ابراہیم الخلیل علیہ السلام کا ذکر آیا ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ (صحیح بخاری:۵۰۸۴)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:
صحیح مسلم، مسند احمد، سنن ابی داود، السنن الکبریٰ للنسائی، صحیح ابن حبان، سنن الترمذی، تفسیر ابن جریر الطبری، مسند عبداللہ بن المبارک المروزی (ح ۱۱۰) کتاب التوحید لابن خزیمہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند ابی عوانہ، ان کتابوں کے حوالے آگے آرہے ہیں۔ ان شاءاللہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس حدیث کو سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک شخص نے راقم الحروف کو خط لکھا تھا، یہ سوال و جواب ماہنامہ الحدیث حضرو شمارہ: ۱۰ ص ۲۵ تا ۲۸ میں چھپا تھا لہٰذا وہی جواب قارئین کے لئے دوبارہ پیشِ خدمت ہے:

"

حدیث کذبات اور توریہ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم!

گذارش ہے کہ کچھ دنوں سے ہماری سکول کلاس میں (صحیح) بخاری کی حدیث کذبات ابراہیم علیہ السلام کا بہت چرچا ہو رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں قرآن کریم میں آپ کو

"صدیقًا نبیًّا" کہا گیا ہے اور حدیث میں آپ کی طرف جھوٹ منسوب ہوا ہے، اس لیے یہ اس بخاری کو نہیں مانتے اور اسی وجہ سے یہ کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ نہیں رکھتی۔ اس کے متعلق آپ بالوضاحت مضمون لکھیں۔ آپ کی خدمت میں ایک گذارش ہے براہِ کرم اس کام کو جلد سر انجام دیں۔ اللہ آپ کے علم میں اور اضافہ فرمائے۔ (آمین)

والسلام محمد ارسلان ستار طالب علم (کلاس نہم)"

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کذباتِ ابراہیم علیہ السلام والی حدیث، مختلف الفاظ کے ساتھ درج ذیل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے:

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۲: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۳: سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث درج ذیل تابعین عظام رحمہم اللہ اجمعین سے مروی ہے:

۱: محمد بن سیرین البصری (ثقہ ثبت عابد کبیر القدر، توفی ۱۱۰ھ/تقریب التہذیب: ۵۹۴۷ ملخصاً)

۲: عبدالرحمٰن بن ہرمز الأعرج (ثقہ ثبت عالم، توفی: ۱۱۷ھ/تقریب: ۴۰۳۳)

۳: ابو زرعہ بن عمرو بن جریر (ثقہ/تقریب: ۸۱۰۳)

محمد بن سیرین سے درج ذیل راویوں نے یہ حدیث بیان کی ہے:

۱: ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی (ثقہ ثبت حجۃ، توفی ۱۳۱ھ/تقریب: ۶۰۵)

☆ صحیح بخاری کتاب احادیث الأنبیاء باب ۸ ح ۳۳۵۷ و صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب ۴۱ ح (۶۱۴۵) ۱۵۴/۲۳۷۱

۲: ہشام بن حسان البصری

(ثقہ إلخ توفی ۱۴۷، أو ۱۴۸ھ/تقریب: ۷۲۸۹ وانظر طبقات المدلسین: ۳/۱۱۰)

☆ ابو داود فی سننہ (۲۲۱۲) والنسائی فی السنن الکبریٰ (۹۸/۵ ح ۸۳۷۴ والنسخۃ المحققہ ۷/۳۹۶

ح ۸۳۱۶۲) وابن حبان فی صحیحہ (الاحسان: ۷/۴۹۵ ح ۷۰۷۵ والنسخۃ المحققۃ ۱۳/۴۵۔۴۷ ح ۵۷۳۷) وابن جریر الطبری فی تفسیرہ (۲۳/۴۵) وابو یعلیٰ فی مسندہ (۶۰۳۹)

عبدالرحمٰن بن ہرمز الأعرج سے درج ذیل راوی نے یہ حدیث بیان کی ہے:

ا: ابوالزناد (عبداللہ بن ذکوان المدنی (ثقہ فقیہ: توفی ۱۳۰ھ أو بعدھا/تقریب: ۳۳۰۲)

☆ أحمد فی مسندہ/۲/۴۰۳ ح ۹۲۳۰ والنسخۃ المحققۃ ۱۵/۱۳۱۔۱۳۴ ح ۹۲۴۱) والترمذی (۳۱۶۶) وقال: ''حسن صحیح''

والطبری فی تفسیرہ (۲۳/۴۵ وسندہ حسن) ورواہ البخاری (۲۲۱۷) مختصراً جداً۔

ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے درج ذیل راوی نے یہ حدیث بیان کی ہے:

ا: ابوحیان التیمی الکوفی (ثقہ عابد، توفی ۱۴۱ھ/تقریب: ۷۵۵۵)

☆ البخاری فی صحیحہ (۳۳۶۱، ۴۷۱۲) ومسلم فی صحیحہ ([۴۸۰] ۱۹۴/۳۲۷) وعبداللہ بن المبارک المروزی فی مسندہ (۱۱۰) وأحمد فی مسندہ (۲/۴۳۵، ۴۳۶ ح ۹۶۲۱ والنسخۃ المحققۃ ۱۵/۳۸۴۔۳۸۷ ح ۹۶۲۳ وسندہ صحیح)

والنسائی فی الکبریٰ (۶/۳۷۸، ۳۷۹ ح ۱۱۲۸۶ والمحققۃ ۱۰/۱۴۸۔۱۵۰ ح ۱۱۲۲۲)

وابن خزیمۃ فی کتاب التوحید (ص ۲۴۲۔۲۴۴ والمحققۃ ۲/۵۹۲۔۵۹۶ ح ۳۴۷)

وابن ابی شیبہ فی المصنف (۱۱/۴۴۴ ح ۳۱۶۶۵) والترمذی (۲۴۳۴ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح) وابوعوانہ فی صحیحہ (المستخرج علی صحیح مسلم ۱/۱۷۰۔۱۷۴)

○ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے درج ذیل راوی نے یہ حدیث بیان کی ہے:

ا: قتادہ بن دعامہ البصری (ثقہ ثبت، توفی ۱۱۱ تا ۱۱۹ھ/انظر التقریب: ۵۵۱۸)

☆ النسائی فی الکبریٰ (۶/۴۴۰، ۴۴۱ ح ۱۱۴۳۳ والمحققۃ ۱۰/۲۳۱، ۲۳۲ ح ۱۱۳۶۹)

وسندہ حسن، وقتادۃ صرح بالسماع

○ سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

☆ الترمذی (۱۸/۳۱۴۸ وقال: حسن) وابو یعلیٰ فی مسندہ (۲/۳۱۰ ح ۱۰۴۰)

تنبیہ: یہ روایت علی بن زید بن جدعان کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

٥ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

☆احمد فی مسندہ (۲۸۱/۱، ۲۸۲ح ۲۵۴۶، ۲۹۵/۱، ۲۹۶ح ۲۶۹۲ والمحققۃ ۳۳۰/۴۔ ۳۳۲ح ۲۵۴۶، ۴۲۷/۴۔ ۴۲۹ح ۲۶۹۲) وابوداود الطیالسی فی مسندہ (۲۷۱۱، ومنحۃ المعبود ۲۲۶/۲، ۲۲۷ح ۲۷۹۸)

تنبیہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ اس کا ایک راوی علی بن زید بن جدعان: ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۴۷۳۴)

موقوف روایات

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

☆صحیح البخاری (۳۳۵۸) والنسائی فی الکبری (۹۸/۵، ۹۹ح ۸۳۷۵ والمحققۃ ۳۹۷/۷ح ۸۳۱۷ وسندہ صحیح) والطبری فی تفسیرہ (۴۵/۲۳)

آثار التابعین

۱: محمد بن سیرین

☆الطبری فی تفسیرہ (۴۵/۲۳) وسندہ صحیح

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ کذباتِ ابراہیم علیہ السلام والی حدیث، رسول اللہ ﷺ سے بذریعہ دو صحابیوں سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہما ثابت ہے۔

اسے امام بخاری کے علاوہ امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن حبان، امام ابو عوانہ وغیرہم نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ رحمہم اللہ اجمعین

یہ حدیث امام بخاری (پیدائش: ۱۹۴ھ وفات: ۲۵۶ھ) کی پیدائش سے پہلے امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ (وفات: ۱۸۱ھ) نے بیان کر رکھی ہے۔ ان کے علاوہ امام بخاری کے اساتذہ مثلاً امام احمد بن حنبل، امام ابن ابی شیبہ، معاصرین مثلاً امام ابو داود وغیرہ اور بعد والے محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [رحمہم اللہ اجمعین]

کسی محدث نے اس حدیث پر جرح نہیں کی اور نہ کسی سے اس کا انکار ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، صحابہ وتابعین سے بھی یہی روایت ثابت ہے۔ اس صحیح روایت کا مفہوم صرف یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تین مقامات پر توریہ فرمایا تھا، جسے تعریض بھی کہتے ہیں۔ اور ایسا کرنا شرعاً جائز ہے۔ اس توریہ کو حدیث میں کذبات کہا گیا ہے۔ اہلِ حجاز کی لغت میں توریہ کو کذب بھی کہتے ہیں۔

دیکھئے فتح الباری (ج ٦ ص ٣٩١ تحت ح ٣٣٥٨)

وتفسیر ابن کثیر (٣٤٩/٥ سورۃ الصّٰفّٰت: ٨٩) وشروح احادیث وکتبِ لغت وغیرہ،

والسلام زبیر علی زئی (٣٠ ذوالحجہ ١٤٢٥ھ) "

معلوم ہوا کہ حدیث بھی صحیح اور سچی ہے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام سچے صدیق رسول ہیں۔ توریہ کی وجہ سے انھیں جھوٹا کہنا یا صحیح حدیث کا انکار کر دینا ان لوگوں کا کام ہے جو انکارِ حدیث کے ساتھ قرآن کو بغیر رسول کے خود اپنی عقلوں اور تحریفات کے ساتھ سمجھنا چاہتے ہیں۔ یہاں پر منکرِ حدیث معترض نے اونٹوں کے پیشاب اور دودھ پینے والی روایت کو جھوٹی روایت قرار دیا ہے۔ (...محدث ص ٦٤) اس کا جواب آگے حدیث نمبر ٣١ کے تحت آرہا ہے۔ والحمد للہ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بطورِ توریہ فرمایا تھا:

① میں بیمار ہوں ② انھیں بڑے بت نے توڑا ہے

③ سارہ میری (دینی) بہن ہے۔

ان میں سے دو باتوں کا ذکر قرآن میں اور تیسری بات کا ذکر صحیح حدیث میں ہے۔

٣١۔ بیماری کے علاج کے لئے اونٹوں کے دودھ اور پیشاب کا پینا

صحیح بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے کہ کچھ لوگ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پینے کا حکم دیا تھا۔ اس حدیث پر بھی معترض منکرِ حدیث نے

اعتراض داغ دیا ہے۔اس جیسے ایک دوسرے مجرم نے بھی اس حدیث پر اعتراض کیا تھا لہٰذا "صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ" کتاب سے مجرم کا اعتراض اور پھر اس کا جواب پیشِ خدمت ہے:

" مجرم (۱۶): "مدینہ آنے والے کچھ لوگ بیمار ہو گئے۔رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ اونٹوں کے چرواہے کے پاس چلے جائیں اور اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیتے رہیں۔وہ لوگ تندرست ہو گئے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔رسول اللہ ﷺ کے آدمی انھیں پکڑ لائے۔ان کے ہاتھ پیر کٹوا دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی گئی۔ایک حدیث میں ہے کہ ان کی آنکھیں نکلوا دی گئیں پھر ان کو تپتی ریت پر لٹا دیا گیا۔وہ پیاس کی شدت سے پانی مانگتے تھے اپنی زبان سے زمین چاٹتے تھے لیکن انھیں پانی نہیں دیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

(بخاری کتاب الطب۔صفحہ ۲۵۴)

صاحبو! کیا رحمت للعالمین ﷺ ایسی ایذاء رسانی فرما سکتے تھے! کیا اونٹنی کا پیشاب لوگوں کو پلا سکتے تھے؟ کیا یہ دشمنانِ اسلام کی سازش نہیں ہے؟" (اسلام کے مجرم ص ۳۶، ۳۷)

الجواب: یہ لوگ جنھیں اس طرح قتل کیا گیا قاتل اور چور تھے، کافر اور دشمنانِ اسلام تھے، انھوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تھا اور اللہ و رسول سے جنگ کی تھی۔دیکھئے صحیح بخاری (۲۳۳) انھوں نے صحابۂ کرام کو شہید کیا تھا اور ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی تھیں۔دیکھئے صحیح مسلم (۱۶۷۱ و ترقیم دار السلام: ۴۳۶۰)

معلوم ہوا کہ انھیں قصاص میں قتل کیا گیا تھا۔سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳۳ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ و رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد بپا کرتے ہیں تو انھیں قتل اور سولی کی سزا دی جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "اور اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تمھیں دی گئی تھی۔" دیکھئے سورۃ النحل: ۱۲۶

مرتدین و مفسدین کے قتل والی اس حدیث کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے درج ذیل تابعین نے

روایت کیا ہے:

ا: ابوقلابہ (صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند احمد ۱۶۱/۳، ۱۸۶، ۱۹۸)

۲: قتادہ (صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند احمد ۱۶۳/۳، ۱۷۰، ۱۷۷، ۲۸۷، ۲۹۰)

۳: ثابت البنانی (صحیح بخاری: ۵۶۸۵)

۴: عبدالعزیز بن صہیب (صحیح مسلم: ۱۶۷۱، دارالسلام: ۴۳۵۳)

۵: حمید الطویل (صحیح مسلم: ۴۳۵۳ ومسند احمد ۱۰۷/۳، ۲۰۵)

۶: معاویہ بن قرہ (صحیح مسلم: ۱۶۷۱/ ۱۳۵۸)

۷: یحییٰ بن سعید (سنن النسائی ۱۶۰/۱ ح ۳۰۷ وأعلہ بعلۃ غیر قادحۃ، ۹۸/۷ ح ۴۰۴۰)

۸: سلیمان التیمی (صحیح مسلم: ۱۶۷۱ وسنن الترمذی: ۷۳ وقال: غریب)

معلوم ہوا کہ یہ حدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے متواتر ہے۔

سعید بن جبیر تابعی نے بھی اس مفہوم کی روایت بیان کی۔ (تفسیر ابن جریر ۱۳۳/۶، ۱۳۴ وسندہ صحیح)

تنبیہ: روایتِ مذکورہ، حدود کے نزول سے پہلے کی ہے اور منسوخ ہے۔
دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۶۹/۹، ۷۰)

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مظلوم صحابہ کی دردناک شہادت کا انتقام لے لیا تو اس میں ایذا رسانی کی کیا بات ہے؟ رہا بیمار کے لئے اونٹ کے دودھ اور پیشاب کا مسئلہ تو اس کا تعلق طب سے ہے۔ حکیم محمد نجم الغنی رامپوری کی مشہور کتاب خزائن الادویہ میں اونٹ کے باب میں لکھا ہوا ہے کہ "پیشاب اسکا استسقاء کے لئے نہایت موثر ہے۔" (ج ۲ ص ۲۱۸)

معلوم ہوا کہ یہ مشہور صحیح حدیث دشمنانِ اسلام کی سازش نہیں ہے بلکہ سازشی تو وہ لوگ ہیں جو دن رات عام مسلمانوں کو قرآن وحدیث سے ہٹا کر اپنے پیچھے چلانا چاہتے ہیں۔"

۳۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض لوگوں کا مرتد ہو جانا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحابیوں (اُمتیوں) میں سے کچھ لوگ حوض (کوثر) پر آئیں گے جنھیں میں پہچان لوں گا پھر وہ مجھ

سے دور کر دیئے جائیں گے تو میں کہوں گا: یہ میرے ساتھی (اُمتی) ہیں تو کہا جائے گا: آپ کو پتا نہیں کہ انھوں نے کیا نئی چیزیں نکالی تھیں۔ (صحیح بخاری:۶۵۸۲)

صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۲۳۰۴) مسند احمد (۳/۱۴۰، ۲۸۱) مسند عبد بن حمید (۱۲۱۳)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس حدیث کو درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی بیان کیا ہے:

① سہل بن سعد الساعدی (صحیح بخاری:۶۵۸۳، صحیح مسلم:۲۲۹۰، مسند احمد ۳/۲۸۱، ۱۴۰)

② ابو ہریرہ (صحیح بخاری: ۶۵۸۵، ۲۳۶۷، صحیح مسلم:۲۳۰۲، مسند احمد ۲/۲۹۸، مسند اسحاق بن راہویہ: ۵۶، ۵۷)

③ عبداللہ بن مسعود (صحیح بخاری:۶۵۷۶، صحیح مسلم:۲۲۹۷)

④ اسماء بنت ابی بکر (صحیح بخاری:۶۵۹۳، صحیح مسلم:۲۲۹۳)

⑤ عبداللہ بن عباس (صحیح بخاری:۲۵۲۶، صحیح مسلم:۲۸۶۰، مسند احمد ۱/۲۳۵ ح ۲۰۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۵۷، ۱۳/۲۴۷، صحیح ابن حبان:۷۳۴۷)

⑥ اصحاب النبی ﷺ (صحیح بخاری:۶۵۸۶)

⑦ عائشہ (صحیح مسلم:۲۲۹۴، دارالسلام:۵۹۷۳)

⑧ اُم سلمہ (صحیح مسلم:۲۲۹۵)

⑨ ابو سعید الخدری (صحیح بخاری:۶۵۸۴) رضی اللہ عنہم اجمعین۔

معلوم ہوا کہ حوضِ کوثر سے بعض مرتدین اور مبتدعین کے ہٹائے جانے والی حدیث متواتر ہے۔ یہ کون لوگ ہوں گے؟ اس سے دو گروہ مراد ہیں:

① بعض مرتدین جن سے سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تھا۔ یاد رہے کہ یہ صحابہ نہیں ہیں۔

② اُمت کے بعض مبتدعین جیسا کہ صحیح بخاری (۶۵۹۳) اور صحیح مسلم (۲۲۹۳) کی

روایت سے ثابت ہے۔

مذکورہ حدیث سے معترض کا یہ کشید کرنا کہ صحابۂ کرام کی جماعت میں بدعت وارتداد ثابت ہوتا ہے، صحیح احادیث اور فہمِ سلف صالحین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ نیز دیکھئے حدیث نمبر: ۳۳

۳۳۔ حوضِ کوثر اور بعض اُمتیوں کا اس سے ہٹایا جانا

یہ وہی حدیث ہے جس میں آیا ہے کہ کچھ اُمتیوں کو حوضِ کوثر سے دُور ہٹایا جائے گا۔ اس کی تخریج حدیث سابق (۳۲) میں گزر چکی ہے۔ اس میں اصحابی سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب صحیح بخاری و صحیح مسلم کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ یہ (بعض) اُمتی ہیں۔ اگر یہ پوچھا جائے کہ آپ اپنے اُمتیوں کو کس طرح پہچانیں گے؟ تو عرض ہے کہ اعضائے وضو کے چمکنے کی وجہ سے آپ اپنے اُمتیوں کو پہچان لیں گے۔ دیکھئے صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء (ح ۲۴۶ تا ۲۵۰، دارالسلام: ۵۷۹ تا ۵۸۴)

تنبیہ (۱): صحیح بخاری کی روایت مذکورہ (۶۵۸۵، ۶۵۸۶) امام ابوعوانہ کی کتاب المناقب میں بھی موجود ہے۔ دیکھئے اتحاف الخیرہ (۱۴/ ۷۹۲ ح ۱۸۷۳۳)

نیز دیکھئے السنۃ لابن ابی عاصم (۷۶۱) اور التمہید (طبعہ جدیدہ ج ۵ ص ۳۹۳)

تنبیہ (۲): اصحاب سے مراد پیروکار اور متبعین بھی ہوتے ہیں جیسے اصحاب ابی حنیفہ سے مراد انھیں دیکھنے والے اور نہ دیکھنے والے سب متبعین ابی حنیفہ ہیں۔ قرائن کے ساتھ عام کی تخصیص ہو سکتی ہے لہٰذا درج بالا روایت میں اہلِ سنت کے تسلیم شدہ صحابۂ کرام مراد نہیں بلکہ مرتدین (جو صحابہ نہیں تھے) اور بعض اہلِ بدعت اُمتی مراد ہیں۔

۳۴۔ ایک عورت کا قصہ جس سے نبی کا نکاح ہوا اور وہ اُم المومنین نہ بن سکی

مشہور ثقہ راوی امام ابوحازم سلمہ بن دینار رحمہ اللہ نے سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت کو نبی ﷺ کے پاس

لایا گیا، جب آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے کہا: میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ الخ (صحیح بخاری: ۵۶۳۷)

یہ عورت کون تھی؟ اور آپ ﷺ کیوں اس کے پاس تشریف لے گئے تھے؟ اس بات کا ذکر صحیح بخاری کے دوسرے مقام پر موجود ہے:

① یہ امیمہ بنت شراحیل (الجونیہ) تھی۔ (صحیح بخاری: ۵۲۵۷)

② اس سے نبی ﷺ کا نکاح ہوا تھا۔ (صحیح بخاری: ۵۲۵۴، ۵۲۵۷)

③ آپ ﷺ نے بغیر جماع کے اسے واپس بھیج دیا تھا۔ دیکھئے صحیح بخاری (۵۲۵۵)

واپس بھیجنا ہی طلاق سمجھی گئی اور وہ عورت ام المومنین نہ بن سکی۔ یہ ہے اس حدیث کا خلاصہ لیکن بے حیا معترض نے اسے دوسرا رنگ دے کر صحیح بخاری کی حدیث پر اعتراض کر دیا ہے۔

تنبیہ (۱): صحیح بخاری والی روایت صحیح مسلم (۲۰۰۷، دارالسلام: ۵۲۳۶) میں بھی موجود ہے۔

تنبیہ (۲): ابوحازم سلمہ بن دینار رحمہ اللہ کے بارے میں محدثین کرام کی بعض گواہیاں درج ذیل ہیں:

ابن سعد نے کہا: ''وکان ثقة کثیر الحدیث'' اور وہ ثقہ (قابلِ اعتماد) کثرت سے حدیثیں بیان کرنے والے تھے۔ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے فرمایا: ثقہ، ابوحاتم الرازی، نسائی، احمد بن عبداللہ العجلی اور محمد اسحاق بن خزیمہ نے کہا: ثقہ (دیکھئے تہذیب الکمال طبع جدیدہ ج ۳ ص ۲۳۵، ۲۴۶)

ان پر کسی نے بھی کوئی جرح نہیں کی یعنی وہ بالاجماع ثقہ ہیں۔ نیز دیکھئے حدیث سابق: ۱۲

ایسے ثقہ بالاتفاق راوی کے بارے میں منکرِ حدیث معترض نے بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے حیا کا فتویٰ داغ دیا ہے۔

۳۵۔ اپنی منکوحہ بیوی کو کہنا کہ اپنا نفس میرے حوالے کردے!

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے (امام) زہری سے پوچھا: نبی ﷺ کی بیویوں میں سے کس نے آپ سے پناہ مانگی تھی؟ تو انھوں نے الجونیہ (عورت) کا واقعہ بیان کیا۔(صحیح بخاری:۵۲۵۴)

سیدنا ابواسید وسیدنا سہل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "تزوج النبي ﷺ أميمة بنت شراحيل..." نبی ﷺ نے اُمیمہ بنت شراحیل (الجونیہ) سے نکاح کیا...

(صحیح بخاری:۵۲۵۶، ۵۲۵۷)

اس عورت کے پاس جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو اس نے آپ سے اللہ کی پناہ مانگی حالانکہ وہ آپ کی بیوی تھی۔ آپ نے حق مہر ادا کرتے ہوئے اسے واپس بھیج دیا اور یہی طلاق ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ عورت ام المومنین نہ بن سکی۔

نیز دیکھئے حدیث سابق:۳۴

صحیح احادیث کو قرآن مقدس اور اپنی عقل کے خلاف ٹکرانے والے معترض نے اس حدیث کو بھی قرآن کے خلاف سمجھ کر رد کردیا ہے حالانکہ اس حدیث میں اعتراض کی کوئی بات نہیں ہے۔

اپنی منکوحہ بیوی کے پاس تنہائی میں جانا یا اُسے طلاق دے دینا کوئی جرم نہیں ہے۔

یاد رہے کہ اپنا نفس ہبہ کرنے والی عورت کا واقعہ اور جونیہ کا واقعہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

تنبیہ: صحیح بخاری کی روایتِ مذکورہ درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۹۸/۳ ح ۱۶۰۶۱، ۳۳۹/۵) مشکل الآثار للطحاوی (۲۶۷/۱ ح ۶۴۲) المنتقیٰ لابن الجارود (۷۵۸) المعجم الکبیر للطبرانی (ج ۱۹ ح ۵۸۳)

۳۶۔ عبداللہ بن اُبی منافق کی نماز جنازہ

مشہور واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق کی نماز جنازہ

پڑھادی پھر بعد میں ممانعت والی آیت نازل ہوئی کہ ان (منافقین) کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھیں۔ دیکھئے صحیح بخاری (۱۳۶۶)

اسے درج ذیل صحابہ نے مختلف الفاظ اور اسی مفہوم کے ساتھ بیان کیا ہے:

① سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۱۳۶۶، ۴۶۷۱)

صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۱۶/۱ ح ۹۵) مسند عبد بن حمید (۱۹) سنن الترمذی (۳۰۹۷ وقال: ''حسن غریب صحیح'') صحیح ابن حبان (۳۱۷۶) المستدرک للحاکم (۶۷/۴)

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(صحیح بخاری: ۵۷۹۶، صحیح مسلم: ۲۷۷۴، سنن الترمذی: ۳۰۹۸ وقال: ''حسن صحیح'' مسند احمد ۱۸/۲ ح ۴۶۸۰)

③ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۳۷۳/۳ ح ۱۴۹۸۶، واصلہ عند البخاری: ۱۲۷۰، و مسلم: ۲۷۷۳)

اس صحیح و مشہور حدیث کو بھی معترض نے بغیر کسی دلیل کے قرآن مقدس کے خلاف قرار دے کر رد کر دیا ہے۔!

۳۷۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بعض اُمتیوں کا مرتد ہونا

صحیح اور متواتر حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بعض اُمتی مرتد و گمراہ ہو جائیں گے جنھیں حوضِ کوثر سے دور ہٹا دیا جائے گا۔

دیکھئے صحیح بخاری (۳۳۴۹، ۳۴۴۷، ۴۶۲۵، ۴۶۲۶، ۴۷۴۰، ۶۵۲۶)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند حمید (۴۸۳) مسند احمد (۲۲۰/۱ ح ۱۹۱۳، ۲۲۳/۱ ح ۱۹۵۰، ۲۲۹/۱، ۲۳۰، ۲۵۳) صحیح مسلم (۲۸۶۰) سنن النسائی (۱۱۴/۴، ۱۱۷) سنن الدارمی (۲۸۰۵) سنن الترمذی (۲۴۲۳، ۳۱۶۷)

اس حدیث سے دو گروہ مراد ہیں:

۱: بدعتِ مکفرہ والے مبتدعین

۲: وہ مرتدین جو صحابہ نہیں تھے اور ان سے سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تھی۔
معترض نے اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے حوضِ کوثر سے ہٹائے جانے والے لوگوں کو صحابہ قرار دے کر اس حدیث کو قرآن مقدس کے خلاف پیش کر دیا ہے حالانکہ اس حدیث سے مراد صحابہ نہیں ہیں۔ صحابۂ کرام کے فضائل تو دوسری صحیح احادیث سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں مثلاً دیکھئے صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ۔

قارئین کرام! معترض کا یہ وہی اعتراض ہے جو وہ بار بار دہرا رہا ہے اور اس کا مفصل و مدلل جواب گزر چکا ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر ۳۲

تنبیہ: معترض نے لکھا ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں انکا محبوب ہونا بھی ثابت ہوا جسطرح حضرت عمرؓ سے فرمایا "یا اخيّ" "اے میرا چھوٹا اور پیارا بھائی" (...محدث ص ۷۶)
عرض ہے کہ قرآن میں تو کہیں بھی یہ موجود نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو "یا أخيّ" "" فرمایا تھا۔ سنن ترمذی (۳۵۶۲) اور سنن ابن ماجہ (۲۸۹۴) وغیرہما کی جس روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: "اے میرے بھائی! مجھے اپنی دعا میں شریک کرنا اور نہ بھلانا" عاصم بن عبید اللہ (ضعیف) کی وجہ سے ضعیف ہے لہٰذا امام ترمذی کا اس روایت کو حسن صحیح کہنا صحیح نہیں ہے۔ عاصم بن عبید اللہ کو امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔
دیکھئے تہذیب الکمال (۱۱/۴، ۱۲)

۳۸۔ قرآن کی سات قراءتوں کا متواتر ہونا

متواتر حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن مجید سات قراءتوں پر نازل ہوا ہے۔ تفصیل کے لئے مطولات (بڑی کتابوں) کی طرف رجوع فرمائیں مثلاً دیکھئے بدر الدین الزرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) کی البرھان فی علوم القرآن وغیرہ۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک آدمی کو ایک آیت پڑھتے

ہوئے سنا جسے میں نے نبی ﷺ سے دوسرے طریقے سے سنا تھا تو میں اسے پکڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ آپ نے فرمایا: ((كلا كما محسن)) تم دونوں نے اچھا کیا ہے یعنی تم دونوں صحیح ہو۔ (صحیح بخاری: ۲۴۱۰، ۳۴۷۶، ۵۰۶۲)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۱/۴۵۶ ح ۴۳۶۴، ۱/۳۹۳ ح ۳۷۲۴) مسند الشاشی (۷۷۰، ۷۷۱)
السنن الکبریٰ للنسائی (۵/۳۳ ح ۸۰۹۵) مسند الطیالسی (۳۸۷) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۰/۵۲۹) مسند ابی یعلیٰ (۵۲۶۴، ۵۳۴۱) شرح السنۃ للبغوی (۱۲۲۹، وقال: هذا حدیث صحیح)

اس حدیث کے بہت سے شواہد اور مؤید روایات بھی ہیں مثلاً:

① حدیث عمر رضی اللہ عنہ (الموطأ للامام مالک ۱/۲۰۱ ح ۴۷۴، صحیح بخاری: ۲۴۱۹، صحیح مسلم: ۸۱۸)

② حدیث اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۸۲۰، مسند احمد ۵/۱۲۷)

③ حدیث ابی جہیم الانصاری رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۴/۱۶۹، ۱۷۰ ح ۱۷۵۴۲، وسندہ صحیح)

④ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۳۲۱۹، ۴۹۹۱، صحیح مسلم: ۸۱۹) وغیرہ

ہمارے پاس قالون اور ورش کی روایت والے قرآن مجید موجود ہیں جن میں مالک یوم الدین کے بجائے مَلِکِ یوم الدین لکھا ہوا ہے۔ یہی اختلاف قراءت ہے۔

اس صحیح و متواتر روایت کو قرآنِ مجید کے خلاف پیش کرنا انھی لوگوں کا کام ہے جو فتنۂ انکارِ حدیث اور الحاد و بے دینی میں سرگرم ہیں۔

۳۹۔ قرآن مجید کی سات قراءتیں

سابقہ حدیث کی بحث میں عرض کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید سات قراءتوں پر نازل ہوا ہے اور یہ قراءتیں متواتر ہیں۔ تواتر کے لئے دیکھئے نظم المتناثر من الحدیث المتواتر (ص ۱۸۶ ح ۱۹۷) قطف الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ (ح ۶۰) اور فضائل القرآن للامام ابی عبید (ص ۲۰۳ ح ۱۱-۵۲ باب لغات القرآن)

اس حدیث کو درج ذیل صحابۂ کرام نے بیان کیا ہے:

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۳۲۱۹، ۴۹۹۱، صحیح مسلم: ۸۱۹، مسند احمد ۲۶۳/۱ ح ۲۳۷۵، ۲۹۹/۱ ح ۲۷۱۷، ۳۱۳/۱ ح ۲۸۶۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی نسخہ قدیمہ ۱۹۰/۴، نسخہ جدیدہ محققہ ۱۲۴/۸ ح ۳۱۱۶، شرح السنۃ للبغوی ۵۰۱/۴ ح ۱۲۲۵، وقال: ھذا حدیث متفق علیٰ صحتہ")

② سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۳۹۱/۵ ح ۲۳۳۲۶ وسندہ حسن)

③ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۸۲۰، مسند احمد بسند آخر ۱۳۲/۵ ح ۲۱۲۰۴ وسندہ حسن)

④ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (الموطأ للامام مالک مع التمہید ۲۷۲/۸، صحیح بخاری: ۲۴۱۹، صحیح مسلم: ۸۱۸، مسند الشافعی ص ۲۳۷، الرسالۃ: ۷۵۲، مسند الامام احمد ۴۰/۱ ح ۲۷۷)

⑤ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۳۳۲/۲ ح ۸۳۹۰ وسندہ حسن وللحدیث شواہد وھو بھا صحیح)

⑥ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

(فضائل القرآن للامام ابی عبید القاسم بن سلام ص ۲۰۲ ح ۹-۵۲ وسندہ حسن، مسند الامام احمد ۲۰۴/۴ ح ۱۷۸۱۹)

⑦ سیدہ ام ایوب رضی اللہ عنہا (مسند الحمیدی بتحقیقی: ۳۴۱ وسندہ حسن، مسند احمد ۴۳۳/۶، ۴۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ ۵۱۵/۱۰، ۵۱۶، مشکل الآثار للطحاوی نسخہ قدیمہ ۱۸۳/۴، نسخہ جدیدہ ۱۱۲/۸ ح ۳۱۰۰)

⑧ سیدنا ابو جہیم رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۱۶۹/۴، ۱۷۰، وسندہ صحیح)

⑨ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۴۴۵/۱ ح ۴۲۵۲ وسندہ صحیح، عثمان بن حسان ھو القاسم بن حسان وثلفلۃ الجعفی وثقھا ابن حبان والعجلی وغیرہما وھما ثقتان والحمد للہ، مشکل الآثار للطحاوی، نسخہ جدیدہ ۱۰۸/۸ ح ۳۰۹۴)

⑩ سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ

(مسند احمد ۲۹۱/۵، مشکل الآثار للطحاوی نسخہ جدیدہ ۱۱۰/۸ ح ۳۰۹۷ من حدیث حمید الطویل عن اُنس عن عبادہ بہ)

اتنی عظیم الشان متواتر حدیث کو معترض نے لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہتے ہوئے رد کر دیا ہے لیکن اس نے یہ بالکل نہیں سوچا کہ اس کے اپنے دماغ میں جو شیطان گھسا بیٹھا ہے، وہ منکرِ حدیث بن کر کیوں اس شیطان کے نقشِ قدم پر سرپٹ دوڑے جا رہا ہے؟

سات قراءتوں والی روایت کا دارومدار امام زہری ہی پر نہیں بلکہ بہت سے دوسرے ثقہ

راویوں نے بھی ان احادیث کو بیان کر رکھا ہے مثلاً سیدہ ام ایوب رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ روایت مسند حمیدی سے پیشِ خدمت ہے:

''ثنا سفیان قال: ثنا عبید اللّٰہ بن أبي یزید قال: سمعت أبي یقول: نزلت علٰی أم أیوب الأنصاریة فأخبرتني أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: نزل القرآن علٰی سبعة أحرف، أیها قرأت أصبت'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے، ان میں سے جو بھی پڑھو گے صحیح ہے۔

(نسخہ ظاہریہ بتحقیقی ح ۳۴۱، نسخہ دیوبندیہ: ۳۴۰، نسخہ حسین سلیم اسد ۱/۳۳۵ ح ۳۴۲)

اس سند کے راویوں کی توثیق درج ذیل ہے:

① سفیان بن عیینہ الکوفی المکی رحمہ اللہ

ان کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ثقہ (الجرح والتعدیل ۴/۲۲۷ وسندہ صحیح)

ابوحاتم الرازی نے کہا: امام ثقہ (ایضاً)

انھیں ابن سعد، عجلی اور ابن حبان وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے۔

وقال الذہبی: ''ثقة ثبت حافظ إمام'' (الکاشف ۱/۳۰۱ ت ۲۰۲۱)

فائدہ نمبر ۱: امام حمیدی وغیرہ نے امام سفیان بن عیینہ کے اختلاط سے پہلے احادیث سنی ہیں۔ دیکھئے الکواکب النیرات (ص ۲۳۱ والہامش ص ۲۳۴)

بشرطیکہ صحیح سند کے ساتھ اختلاط کا ثبوت پیش کر دیا جائے یا بطورِ الزام اسے تسلیم کر بھی لیا جائے۔!

فائدہ نمبر ۲: امام سفیان بن عیینہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

② عبیداللہ بن ابی یزید المکی: ثقة کثیر الحدیث (تقریب التہذیب: ۴۳۵۳)

③ ابو یزید المکی: مکي تابعي ثقة

(التاریخ للعجلی / معرفۃ الثقات ۲/۴۳۷ ت ۲۲۸۷، ووثقہ ابن حبان)

④ ام ایوب الانصاریہ زوجہ ابی ایوب رضی اللہ عنہما: صحابية مشهورة

معترض کو عینک لگا کر دیکھنا چاہئے کہ اس سند میں امام زہری کہاں ہیں؟

۴۰۔ مومنین کے دو گروہوں میں جنگ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ بن اُبی کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ صحابہ بھی تھے تو عبداللہ بن اُبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ مجھ سے دور رہیں، آپ کے گدھے کی بدبو سے مجھے تکلیف ہوئی ہے۔ ایک انصاری نے عبداللہ بن اُبی سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کی بُو تجھ سے زیادہ اچھی ہے۔ پھر مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں ہاتھا پائی اور مار کٹائی شروع ہوگئی۔ ہمیں پتا چلا ہے کہ سورۃ الحجرات کی آیت: ۹ (اور مومنوں کے دو گروہ باہم لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ) اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۶۹۱)

یہ واقعہ جنگِ بدر سے پہلے کا ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۱۷۹۸، مسند احمد ۵/ ۲۰۳، اور سنن الترمذی: ۲۷۰۲)

تنبیہ: یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب عبداللہ بن اُبی کا منافق ہونا ظاہر نہیں ہوا تھا، بس اُسے اپنے بادشاہ نہ ہونے کا غم تھا اور اس کے گروہ میں مسلمان موجود تھے مثلاً اس کے بیٹے عبداللہ مشہور مسلمان بلکہ مومن صحابی تھے۔ رضی اللہ عنہ

معترض نے اپنی جہالت سے اس حدیث پر بھی اعتراض کر دیا ہے حالانکہ یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۳/ ۱۵۷ ح ۱۲۶۰۷، وسندہ صحیح، ۳/ ۲۱۹) صحیح مسلم (۱۷۹۹، دارالسلام: ۴۶۶۱)

مسند ابی یعلیٰ (۴۰۸۳) مسند ابی عوانہ (۴/ ۳۴۵، ۳۴۶)

اس صحیح روایت کے شواہد کے لئے دیکھئے تفسیر ابن جریر الطبری (ج ۲۶ ص ۸۱) وغیرہ

۴۱۔ چیونٹیوں کا قتل اور ایک پیغمبر

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چیونٹی نے نبیوں میں سے کسی نبی کو کاٹا تو انھوں نے حکم دیا پھر چیونٹیوں کا گاؤں (چھتہ) جلا دیا گیا۔

اللہ نے ان کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تجھے تو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا، تم نے اُمتوں میں سے ایک اُمت کو جلا دیا جو اللہ کی تسبیح کرتی تھی؟ (صحیح بخاری: ۳۰۱۹)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۲۲۴۱) مسند احمد (۴۰۳/۲ ح ۹۲۳۰) مسند عبداللہ بن المبارک (۱۹۷)

مسند ابی یعلیٰ (۵۸۵۱) سنن ابی داود (۵۲۶۶) سنن ابن ماجہ (۳۲۲۵) سنن النسائی (۲۱۰/۷، ۲۱۱) شرح مشکل الآثار للطحاوی (۸۷۴) صحیح ابن حبان (۵۶۱۴) اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۱۳/۵)

اس حدیث کی کئی سندیں ہیں، اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے درج ذیل تابعین نے بیان کیا ہے:

① سعید بن المسیب (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

② ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن (ایضاً)

③ ہمام بن منبہ (الصحیفۃ الصحیحہ عرف صحیفہ ہمام: ۱۷، صحیح مسلم: ۱۵۰/ ۲۲۴۱، دار السلام: ۵۸۵۱، مسند احمد ۳۱۳/۲ ح ۸۱۳۰، مصنف عبدالرزاق: ۸۴۱۲ وغیرہ)

④ عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج (صحیح بخاری: ۳۳۱۹، صحیح مسلم: ۱۴۹/ ۲۲۴۱، دار السلام: ۵۸۵۰، مسند احمد ۴۴۹/۲ ح ۹۸۰۱، ابوداود: ۵۲۶۵) وغیرہ

⑤ محمد بن سیرین (سنن النسائی ۲۱۱/۷ ح ۴۳۶۴ ب وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۸۷۱، ۴۸۷۲)

اتنے جلیل القدر تابعین (کو یہودی النسل قرار دے کر ان) کی بیان کردہ اس مشہور و صحیح روایت کو منکرِ حدیث معترض نے قرآن کے خلاف قرار دے کر رد کر دیا ہے حالانکہ اس معترض کی پیدائش سے صدیوں پہلے حسن بصری رحمہ اللہ بھی ایسی روایت بطورِ جزم بیان کرتے تھے۔ دیکھئے السنن الصغریٰ للنسائی (۲۱۱/۷ ح ۴۳۶۴ وسندہ صحیح)

تنبیہ: سنن ابی داود (۵۲۶۷) وغیرہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانداروں: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور ایک چڑیا (صرد) کے قتل سے منع فرمایا ہے۔

اس روایت کی سند امام زہری کی تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کے تمام شواہد بھی ضعیف ہیں لہٰذا یہ روایت نا قابلِ حجت اور مردود ہے۔

۴۲۔ سوت کاتنے والی خرقاء نامی ایک عورت کا قصہ

(سورۃ النحل کی آیت نمبر ۹۲ کی تشریح میں) امام بخاری نے سفیان بن عیینہ سے انھوں نے صدقہ سے نقل کیا کہ وہ خرقاء ہے، وہ جب سوت کات لیتی تو اسے توڑ دیتی تھی۔

(صحیح بخاری قبل ح ۴۷۰۷ تعلیقاً)

یہ نہ تو نبی ﷺ کی حدیث ہے اور نہ کسی صحابی کی بات ہے، لہٰذا یہ صحیح بخاری کے موضوع سے خارج ہے۔ اس معلق روایت کو امام ابن ابی حاتم اور طبری نے سفیان بن عیینہ عن صدقہ عن السدی کی سند سے بیان کیا ہے۔ دیکھئے فتح الباری (۳۸۷/۸) تغلیق التعلیق (۲۳۷/۴) اور تفسیر طبری (۱۱۱/۱۴)

اس روایت کی سند ضعیف ہے اور اگر امام اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی الصغیر تک ثابت بھی ہو تو قرآن مجید کی کسی آیت کے خلاف نہیں ہے لہٰذا معترض کا اعتراض فضول ہے۔

تنبیہ: سدی لقب کے دو آدمی ہیں: ① سدی کبیر واسمہ محمد بن مروان

② سدی صغیر واسمہ اسماعیل بن عبدالرحمٰن

محمد بن مروان عرف سدی کبیر کذاب ہے اور اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی الصغیر صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔ جمہور محدثین نے ان کی توثیق کر رکھی ہے۔ جو جرح سدی کبیر پر ہے بعض متاخرین کی غلطی سے اسے سدی صغیر پر فٹ کر دیا گیا ہے حالانکہ وہ اس جرح سے بری ہیں۔

امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا: اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے، میں نے دیکھا ہے کہ ہر شخص اسے خیر کے ساتھ ہی یاد کرتا تھا اور کسی نے بھی اسے ترک نہیں کیا۔

(الجرح والتعدیل ۱۸۴/۲، وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل وغیرہ نے ان کی تعریف کی ہے بلکہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ میرے

نزدیک ثقہ ہیں۔ (سوالات المروزی:۶۳ بحوالہ موسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل ۱/۱۰۸)
ایسے صدوق امام کو کذاب معترض نے کذاب لکھ دیا ہے۔
صدقہ بن ابی عمران الکوفی قاضی الاہواز کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا: صدوق

(التقریب:۲۹۱۶)

ابن حبان نے ثقہ قرار دیا اور ابو حاتم الرازی نے صدوق.... کہا۔ ان کی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔ ان پر یحییٰ بن معین کی طرف منسوب جرح ابو عبید الآجری (مجہول) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

زمانۂ خیر القرون کے اس سچے راوی کو احمق معترض نے احمق لکھ دیا ہے۔ (...محدث ص ۸۳)!

۴۳۔ آسمان کی خبریں اور شیاطین کا سُن گُن لینا

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: فرشتے بادلوں میں اُترتے ہیں پھر اس بات کا ذکر کرتے ہیں جس کا آسمان میں فیصلہ کیا گیا ہے تو شیاطین کان لگا کر سُن گن لینے کی کوشش کرتے ہیں پھر وہ اسے کاہنوں (نجومیوں وغیرہ) کو بتا دیتے ہیں پھر وہ اپنی طرف سے اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ (صحیح بخاری:۳۲۱۰ واللفظ لہ، ۳۲۸۸، ۵۷۶۲، ۶۲۱۳، ۷۵۶۱)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۲۲۲۸) مسند احمد (۶/۸۷ ح ۲۴۵۷۲ وسندہ صحیح) مصنف عبدالرزاق (۲۰۳۴۷) مشکل الآثار للطحاوی (۲۳۳۵، ۲۳۳۶) صحیح ابن حبان (۶۱۳۶) شرح السنۃ للبغوی (۱۲/۱۸۰ ح ۳۲۵۸ وقال: ھذا حدیث متفق علیٰ صحتہ) السنن الکبریٰ للبیہقی (۸/۱۳۸)

اس حدیث کو عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ سے دو ثقہ اماموں نے بیان کیا ہے:

① محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل ابو الاسود یتیم عروۃ: ثقہ (صحیح بخاری:۳۲۱۰)

② یحییٰ بن عروہ بن الزبیر: ثقہ (صحیح بخاری:۵۷۶۲)

ایسی صحیح حدیث کو معترض نے بغیر کسی صریح دلیل کے قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دیا ہے۔!

۴۴۔ قرآن کی سات قراءتیں متواتر ہیں

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید سات حرفوں یعنی سات قراءتوں پر نازل ہوا ہے۔ (صحیح بخاری: ۴۹۹۱، ۳۲۱۹)

یہ صحیح حدیث صحیح مسلم (۸۱۹، دارالسلام: ۱۹۰۲) مسند احمد (۲۶۳/۱ ح ۲۳۷۵، ۲۹۹/۱ ح ۲۷۱۷، ۳۱۳/۱ ح ۲۸۶۰) میں بھی ہے۔

معترض نے اس حدیث پر اعتراض کر دیا ہے جس کا مفصل و دندان شکن جواب حدیث نمبر ۳۹ کے تحت گزر چکا ہے۔ دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

یاد رہے کہ معترض نے ایک آیت بھی پیش نہیں کی جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ قرآن کی صرف ایک قراءت ہے۔

۴۵۔ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی

سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب .))

جو (شخص) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (صحیح بخاری: ۷۵۶)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۳۹۴) مسند الحمیدی (بتحقیقی: ۳۸۸، نسخہ دیوبندیہ: ۳۸۶) مسند احمد (۳۱۴/۵، ۳۲۱، ۳۲۲) سنن ابی داود (۸۲۲) سنن ابن ماجہ (۸۳۷) سنن الترمذی (۲۴۷ وقال: "حدیث حسن صحیح") سنن النسائی (۱۳۷/۲ ح ۹۱۱) صحیح ابن خزیمہ (۴۸۸) سنن الدارمی (۱۲۴۵)

اس حدیث کے راوی سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل و فاعل تھے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳۷۵/۱ ح ۳۷۷۰ وسندہ صحیح)

امام بیہقی نے حسن لذاتہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ صبح کی نماز میں (سیدنا) عبادہ (رضی اللہ عنہ) نے امام کے پیچھے قراءت کی۔

(کتاب القراءت للبیہقی ص ۶۴ ح ۱۲۱، وقال: "وھذا اسنادہ صحیح ورواتہ ثقات")

اس کے راوی ثقہ ہیں۔ نافع بن محمود کو امام دارقطنی، ابن حبان، بیہقی اور ابن حزم وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے لہٰذا انھیں مجہول کہنا غلط ہے۔ حرام بن حکیم ثقہ ہیں اور مکحول ثقہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجہریہ (طبعہ جدیدہ ص ۴۹ تا ۵۵)

صحیح بخاری کی مرفوع حدیث جسے اس باب کے شروع میں ذکر کیا گیا ہے، کے بارے میں محدّث خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا عموم ہر اس نماز کو شامل ہے جو کوئی ایک شخص اکیلے پڑھتا ہے یا امام کے پیچھے ہوتا ہے، اس کا امام قراءت بالسر کر رہا ہو یا قراءت بالجہر کرے۔ (اعلام الحدیث فی شرح البخاری ج ۱ ص ۵۰۰، الکواکب الدریہ ص ۳۴)

حدیثِ مذکور کے جلیل القدر راوی سیدنا عبادہ البدری رضی اللہ عنہ کے قول و عمل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کے مفہوم میں مقتدی بھی شامل ہے۔ حنفی اصولِ فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ صحابی کا فہم بالخصوص جو حدیث کا راوی ہو وہ دوسروں کے مفہوم سے زیادہ راجح ہوتا ہے اور اس کا قول اس کی روایت کی تفسیر میں زیادہ قابل اعتبار ہوتا ہے۔ (دیکھئے امام الکلام ص ۲۵۵)

سرفراز خان صفدر گکھڑوی دیوبندی لکھتے ہیں:

"یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا..." (احسن الکلام طبع دوم ج ۲ ص ۱۴۲)

سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مرفوع حدیث کو درج ذیل صحابہ نے بھی مختلف الفاظ کے ساتھ اس مفہوم میں بیان کیا ہے:

① ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۳۹۵، ۳۹۶، صحیح ابن حبان الموارد: ۴۵۷)

② عائشہ رضی اللہ عنہا (مسند احمد ۶/ ۲۷۵ وسندہ حسن، ابن ماجہ: ۸۴۰)

③ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (جزء القراءۃ للبخاری: ۱۴، سنن ابن ماجہ: ۸۴۱ وسندہ حسن)

④ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (کتاب القراءت للبیہقی: ۱۰۰، وسندہ صحیح)

اتنے جلیل القدر صحابہ کی جماعت یہ حدیث بیان کرے اور پھر بھی یہ متواتر نہ ہو؟ عجیب انصاف ہے۔!

مسیئ الصلوٰۃ والی حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إذا أقیمت الصلوٰۃ فکبّر ثم اقرأ بفاتحۃ الکتاب و ما تیسر.))

جب نماز کی اقامت ہو جائے تو تکبیر کہو پھر سورۂ فاتحہ پڑھو اور جو میسر ہو۔

(شرح السنۃ للبغوی ۱۰/۳ ح ۵۵۴ وقال: ''ھذا حدیث حسن'' وسندہ حسن، مسند احمد ۳۴۰/۴، ابوداود: ۸۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۶۳۸، صحیح ابن حبان، الموارد: ۴۸۴)

معلوم ہوا کہ امام بخاری پر خیانت کا الزام لگانے والا خود خائن ہے۔

معترض نے خلفائے راشدین کے بارے میں لکھا ہے: ''وہ قطعاً امام کے پیچھے قراءت کرنے یعنی پڑھنے کے قائل نہیں تھے...'' (...محدث ص ۹۱، ۹۲)

عرض ہے کہ ابوابراہیم یزید بن شریک التیمی رحمہ اللہ تابعی سے روایت ہے کہ میں نے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) سے امام کے پیچھے قراءت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: پڑھ الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ نسخہ محققہ مضبوطہ ج ۲ ص ۳۰۴ ح ۳۷۶۵ وسندہ صحیح، نسخہ قدیمہ ج ۱ ص ۳۷۳ ح ۳۷۴۸)

اس قراءت سے مراد فاتحۃ الکتاب ہے۔ دیکھئے المستدرک للحاکم (۲۳۰/۱ ح ۸۷۳)

اسے حاکم، ذہبی اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔ صحابۂ کرام کے تفصیلی آثار کے لئے میری کتاب الکواکب الدریہ دیکھیں تاہم معترض کی خدمت میں عرض ہے کہ کیا اس کے نزدیک سیدنا امیر المومنین خلیفہ راشد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین سے خارج ہیں؟ اگر نہیں تو پھر معترض نے جھوٹ کیوں بولا ہے؟

معترض کا اسی عبارت میں دوسرا جھوٹ: معترض نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ''خلف الامام پڑھنے کے قائل نہیں ہوئے'' (....محدث ص ۹۲)

سیدنا جابر الانصاری رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل تھے۔

دیکھئے سنن ابن ماجہ (ج ۱ ص ۶۱ ح ۸۴۳ وسندہ صحیح) اور الکواکب الدریہ (ص ۹۳، ۹۴)

۴۶۔ سورۂ اخلاص کو مختصراً اللہ الواحد الصمد کہنا

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی آدمی ایک تہائی قرآن ہر رات میں پڑھنے سے عاجز ہے؟ جب یہ بات ان پر گراں گزری تو پوچھا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ الواحد الصمد تہائی قرآن ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۰۱۵، شعب الایمان للبیہقی ۵۰۳/۲ ح ۲۵۳۳)

اس حدیث میں اللہ الواحد الصمد سے قل ھو اللہ احد یعنی سورۂ اخلاص مراد ہے۔

عینی حنفی کہتے ہیں: ''قوله الله الواحد الصمد كناية عن قل هو الله أحد فيها ذكر الالهية والوحدة والصمدية'' ان کا قول: الله الواحد الصمد کنایہ ہے قل هو الله أحد کا، اس میں الٰہیت، وحدت اور صمدیت کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۴)

نیز دیکھئے فتح الباری (ج ۹ ص ۶۰)

روایت کو مختصر یا بالمعنیٰ بیان کرنا جرم نہیں ہے بشرطیکہ مفہوم نہ بدلے۔ روایتِ مذکورہ میں مفہوم ایک ہی یعنی سورۂ اخلاص ہے لہٰذا معترض کا اعتراض باطل ہے۔

تنبیہ: روایتِ مذکورہ درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

مسند احمد (۸/۳ ح ۱۱۰۵۳) مسند ابی یعلیٰ (۱۰۱۷، ۱۰۱۸) فضائل القرآن لابن الضریس (۲۵۶) سورۃ الاخلاص کے لئے اللہ الواحد الصمد کے الفاظ حدیث کی بہت سی کتابوں میں آئے ہیں جن میں سے بعض کے حوالے درج ذیل ہیں:

سنن الترمذی (۲۸۹۶ وقال: ھذا حدیث حسن) مسند الامام احمد (۱۲۲/۴ ح ۱۷۱۰۹) السنن الکبریٰ للنسائی (۱۷۵/۶ ح ۱۰۵۳۰) فضائل القرآن لابی عبید (ص ۱۴۳ ح ۳۔۴۶) مسند عبد بن حمید (المنتخب ج ۱ ص ۲۲۳ ح ۲۲۲) شرح مشکل الآثار للطحاوی (۲۵۰/۳ ح ۱۲۱۴) المعجم الکبیر للطبرانی (۱۶۷/۴ ح ۴۰۲۶) معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی (۲۱۵۰/۴ ح ۵۴۰۳)

معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس اعتراض سے بری ہیں کہ انھوں نے سورۂ اخلاص کا حلیہ بگاڑا ہے۔

تنبیہ: امام بخاری جیسی روایت امام بیہقی نے ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبیداللہ الحرفی البغدادی سے انھوں نے ابوبکر محمد بن عبداللہ بن ابراہیم الشافعی سے انھوں نے جعفر بن محمد بن شاکر سے انھوں نے عمر بن حفص بن غیاث سے بیان کر رکھی ہے۔ (شعب الایمان:۲۵۳۳)

۴۷۔ غزوۂ احد کے وقت صحابۂ کرام کا اختلاف

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے لئے (مدینے سے باہر) نکلے۔ کچھ لوگ جو آپ کے ساتھ نکلے تھے واپس چلے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دو فرقے (دو گروہ) بن گئے۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم ان (کافروں) سے جنگ کریں گے اور دوسرا گروہ کہتا تھا: ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے تو یہ آیت یعنی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۸۸ نازل ہوئی الخ (صحیح بخاری: ۴۰۵۰ نیز دیکھئے ح ۱۸۸۴، ۴۵۸۹)

صحیح بخاری کے علاوہ یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

مسند احمد (۱۸۴/۵، ۱۸۷، ۱۸۸، ۲۸۷) مسند عبد بن حمید (۲۴۲) سنن الترمذی (۳۰۲۸) اور صحیح مسلم (۱۳۸۴، مختصراً) یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے مثلاً دیکھئے موسوعۃ حدیثیہ تحقیق مسند الامام احمد (ج ۳۵ ص ۴۷۸ ح ۲۱۵۹۹) والحمدللہ

اس حدیث کو امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام ابوعوانہ وغیرہم نے صحیح قرار دیا ہے مگر معترض نے اس حدیث پر بھی اعتراض داغ دیا ہے۔ معترض نے عدی بن ثابت کو کٹر رافضی لکھ دیا ہے۔ (.... محدث ص ۱۰۲)

عدی بن ثابت کے بارے میں امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

"ثقة إلا أنه كان يتشيع" وہ ثقہ ہیں لیکن ان میں تشیع ہے۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۴۹۱/۲ فقرہ: ۳۲۳۳)

امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: وہ سچے ہیں اور وہ شیعہ کی مسجد کے امام اور واعظ تھے۔

(الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۲)

انھیں عجلی وغیرہ جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

شیعہ کی دو قسمیں ہیں:

① رافضی جو تحریفِ قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں یا صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں وغیرہ

② جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے ہیں۔

امام احمد وغیرہ کی توثیق سے ثابت ہوتا ہے کہ عدی بن ثابت رافضی نہیں بلکہ صرف شیعہ تھے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے اور اسی طرح کے تفضیلی شیعوں کے امام تھے۔ ایسا راوی ثقہ عندالجمہور ہو تو اس کی روایت صحیح لذاتہ یا حسن ہوتی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۱/۵، ۶)

۴۸۔ مہمان کی مہمان نوازی میں میزبان کا بھوکا سونا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تو آپ کے پاس (میزبانی کے لئے) پانی کے سوا کچھ بھی نہیں تھا تو آپ نے فرمایا: اس کی کون میزبانی کرتا ہے؟ ایک انصاری آدمی نے کہا: میں، پھر وہ انصاری صحابی اپنی بیوی کے پاس گئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی تکریم کرنا۔ اس نے کہا: ہمارے پاس تو صرف بچوں کا کھانا ہے۔ انھوں نے کہا: کھانا لے آؤ، چراغ جلالو اور بچے اگر رات کا کھانا مانگیں تو انھیں سُلا دو۔ وہ کھانا تیار کرکے لے آئیں، چراغ جلالیا اور بچوں کو سلا دیا پھر وہ چراغ ٹھیک کرنے کے لئے اٹھیں تو اسے بجھا دیا پھر وہ مہمان کو کھانا کھلاتے ہوئے یہ دکھاتے رہے کہ گویا وہ بھی کھا رہے ہیں، انھوں نے یہ رات بھوکے گزاری پھر جب صبح ہوئی تو وہ انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: آج رات تمھارے عمل سے اللہ تعالیٰ ہنسا ہے (کما یلیق بجلالہ) پھر اللہ نے سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۹ نازل فرمائی۔

(صحیح بخاری: ۳۷۹۸، ۴۸۸۹)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۲۰۵۴) سنن الترمذی (۳۳۰۴ وقال: حسن صحیح) السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۸۵/۴) السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۵۸۲) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۵۲۶۲، دوسرا نسخہ: ۵۲۸۶) مسند ابی یعلیٰ (۲۹/۱۱، ۳۰ ح ۶۱۶۸، و۶۱۸۲، ۶۱۹۴) المستدرک للحاکم (۱۳۰/۴ ح ۷۱۷۶ وصححہ علیٰ شرط مسلم ووافقہ الذہبی) مسند ابی عوانہ (نسخہ قدیمہ ۴۱۳/۵، ۴۱۴) وغیرہ

اس حدیث کے راوی ابو حازم سلمان الاشجعی الکوفی ثقہ ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۲۴۷۹)

ابو حازم الاشجعی کو درج ذیل محدثین نے ثقہ کہا ہے:

احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، العجلی، ابن حبان اور ابن سعد وغیرہم۔ دیکھئے تہذیب الکمال مع الہامش (نسخہ جدیدہ ۲۴۲/۳)

کسی نے بھی امام ابو حازم تابعی پر کوئی جرح نہیں کی مگر منکرِ حدیث معترض نے اس حدیث کو بھی قرآنِ مقدس کے خلاف کہہ کر رد کر دیا ہے اور پھر لاحول ولاقوہ بھی کہہ رہا ہے۔!

۴۹۔ درخت کا اطلاع دینا کہ جنات نے قرآن سُنا ہے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنوں والی روایت جنوں کے بارے میں ایک درخت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تھی۔ (صحیح بخاری: ۳۸۵۹)

اس روایت میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی مسروق بن الاجدع ثقہ فقیہ عابد مخضرم ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۶۶۰۱)

ان کے شاگرد عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۳۹۲۵)

ان کے شاگرد معن بن عبدالرحمٰن ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۶۸۱۹)

ان سے مسعر بن کِدام راوی ہیں جو ثقہ ثبت فاضل ہیں۔ (التقریب: ۶۶۰۵)

مسعر رحمہ اللہ سے اس حدیث کو ابو اسامہ حماد بن اسامہ نے بیان کیا ہے جو ثقہ ہیں۔

(قالہ یحییٰ بن معین، انظر تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۲۴۲)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ابو اسامہ صحیح کتاب والے، حدیث یاد کرنے والے، اچھے (اور)

سچے تھے۔ (الجرح والتعدیل ۱۳۲/۳، وسندہ صحیح)
ابواسامہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ ابواسامہ کی سند سے یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:
صحیح مسلم (۱۵۳/۴۵۰، دارالسلام: ۱۰۱۱) البحر الزخار للبزار (۳۵۲/۵ ح ۱۹۸۴)
دلائل النبوہ للبیہقی (۲۲۹/۲)

ابواسامہ اصل حدیث میں منفرد نہیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ سفیان بن عیینہ نے اسے مسعر سے انھوں نے عمرو بن مرہ سے انھوں نے ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود سے انھوں نے مسروق سے انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی روایت کو بیان کیا ہے۔ دیکھئے مسند الحمیدی (بتحقیقی: ۱۲۴، نسخہ دیوبندیہ: ۱۲۳) مسند الہیثم بن کلیب الشاشی (ج ۱ ص ۴۰۲، ۴۰۳ ح ۴۰۵) البحر الزخار (۳۵۲/۵ ح ۱۹۸۴، تعلیقاً)
اس صحیح حدیث کو بھی معترض نے کتاب مقدس کے خلاف قرار دے دیا ہے۔ سبحان اللہ!
اگر درخت سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف آواز آسکتی ہے تو کیا اللہ کی وحی اور حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درخت یہ اطلاع نہیں دے سکتا کہ جن آپ کی تلاوت سن رہے ہیں؟

۵۰۔ سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور نابینا مجاہد

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت: ﴿بیٹھنے والے مومنین برابر نہیں ہیں﴾ (النساء: ۹۵) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید (بن ثابت رضی اللہ عنہ) کو بلایا، وہ لکھنے کے لئے ایک چوڑی ہڈی لے آئے۔ ابن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) نے نابینا ہونے کی شکایت کی تو یہ آیت: ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ یعنی بیمار کے علاوہ، نازل ہوئی۔
(صحیح بخاری: ۲۸۳۱، نیز دیکھئے ۴۵۹۳، ۴۵۹۴، ۴۹۹۰)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے اور بالکل صحیح ہے:
صحیح مسلم (۱۸۹۸) مسند احمد (۲۸۲/۴، ۲۸۴، ۲۹۰، ۲۹۹، ۳۰۱) سنن الترمذی (۳۰۳۱، وقال: حسن صحیح، ۱۶۷۰) سنن الدارمی (۲۴۲۵) سنن النسائی (۱۰/۶ ح ۳۱۰۳، ۳۱۰۴)

مصنف ابن ابی شیبہ (۳۴۴/۵) مسند ابی یعلیٰ (۱۷۲۵) مسند طیالسی (۶۰۵) طبقات ابن سعد (۲۱۰/۴) صحیح ابی عوانہ (۷۳/۵، ۷۴) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۴۲) شرح مشکل الآثار للطحاوی (۱۵۰۰) وغیرہ

سیدنا براء رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ حدیث سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔
صحیح مسلم (۱۸۹۸، دارالسلام: ۴۹۱۱) صحیح بخاری (۲۸۳۲) مسند احمد (۱۸۴/۵) سنن الترمذی (۳۰۳۳ وقال: حسن صحیح) سنن النسائی (۹/۶ ح ۳۱۰۱، ۳۱۰۲)

اس حدیث کے مزید شواہد کے لئے دیکھئے مسند عبد بن حمید (۲۴۱) مسند احمد (۱۹۰/۵، ۱۹۱ ح ۲۱۶۶۴) سنن ابی داود (۲۵۰۷، ۳۹۷۵) سنن سعید بن منصور (۲۳۱۴، التفسیر: ۶۸۱) شرح مشکل الآثار للطحاوی (۱۴۹۹) المستدرک للحاکم (۸۱/۲۔۸۲) وغیرہ

ایسی زبردست صحیح روایت کو معترض نے ''رب کی شان میں گستاخی'' کہتے ہوئے قرآن مجید سے ٹکرا دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جب وہ چاہے اپنے نبی پر اپنا کلام نازل کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ﴾

اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ تبدیل کرتے ہیں اور اللہ زیادہ جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے وہ کہتے ہیں: تم تو مفتری ہو۔ (النحل: ۱۰۱)

نیز دیکھئے سورۃ البقرۃ (۱۰۶)

معلوم ہوا کہ گستاخی کا تو نام ونشان تک نہیں مگر مفتری معترض نے مخالفینِ رسالت کی تقلید کرتے ہوئے گستاخی کا اعتراض جڑ دیا ہے۔

۵۱۔ عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے بغیر سند کے تعلیقاً مشہور ثقہ تابعی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ آمین دعا ہے، ابن الزبیر (رضی اللہ عنہ) نے اور ان کے مقتدیوں نے آمین کہی حتیٰ کہ مسجد میں آوازیں بلند ہوئیں۔ (قبل ح ۷۸۰ باب جہر الامام بالتامین)

یہ روایت متصل سندوں کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

مصنف عبدالرزاق (۲۶۴۰) المحلی لابن حزم (۲۶۴/۳) مصنف ابن ابی شیبہ (۴۲۷/۲) مسند الشافعی بترتیب محمد عابد السندھی (۸۲/۱ ح ۲۳۰، ۲۳۱) کتاب الثقات لابن حبان (۲۶۵/۶) السنن الکبریٰ للبیہقی (۵۹/۲) تغلیق التعلیق (۳۱۸/۲)

نیز دیکھئے میری کتاب القول المتین فی الجہر بالتامین (ص ۴۷)

قرآن مجید سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمیشہ ہر دعا خفیہ (سراً) ہی کہنی چاہئے بلکہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ کئی مواقع پر جہری دعا بھی جائز ہے۔اسی میں سے جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کا جہراً (اونچی آواز سے) پڑھنا بھی ہے۔معترض کو تو شاید پتا نہ ہو لیکن عام لوگوں کو معلوم ہے کہ سورۂ فاتحہ کا آدھا حصہ دعا پر مشتمل ہے لہٰذا معترض کو چاہئے کہ اپنے خودساختہ اصول کی وجہ سے جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کا اھدنا الصراط المستقیم سے لے کر آخر تک حصہ جہراً نہ پڑھے بلکہ سراً پڑھے تا کہ عام لوگوں کے سامنے اس کا الحاد و گمراہی اور زیادہ واضح ہو جائے۔اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے کہ ہمیشہ ہر دعا ہر وقت خفیہ (سراً) ہی پڑھنی چاہئے اور اگر وہ اس دعوے سے انکاری ہے تو پھر قولِ عطاء پر اس کا اعتراض سرے سے ختم ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام! دیوبندی و بریلوی دونوں حضرات کئی مواقع پر اونچی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور بعض تو قنوتِ نازلہ میں رو رو کر اونچی دعائیں مانگتے ہیں۔رائے ونڈ میں دیوبندی تبلیغی اجتماع کے آخری دن میں جو خصوصی دعا لاؤڈ سپیکر پر جہراً مانگی جاتی ہے تو اس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک ہوتے اور آمین آمین کہتے رہتے ہیں۔

آمین بالجہر کے چند صریح دلائل درج ذیل ہیں:

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مرفوع حدیث (صحیح ابن حبان، الاحسان ۱۴۷/۳ ح ۱۸۰۳، وسندہ حسن، صحیح ابن خزیمہ ۲۸۷/۱) نیز دیکھئے القول المتین (ص ۲۶، ۲۷)

② سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مرفوع حدیث (سنن ابی داود: ۹۳۳ وسندہ حسن)

لہٰذا یہ کہنا کہ آمین بالجہر قرآن مجید کے خلاف ہے، باطل ومردود ہے۔

۵۲۔ نبی کریم ﷺ کا حالتِ نماز میں پیٹھ پیچھے دیکھنا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہاں میرا قبلہ دیکھتے ہو؟ اللہ کی قسم! تمھارے رکوع اور خشوع مجھ پر مخفی نہیں ہیں اور میں تمھیں پیٹھ پیچھے سے (بھی) دیکھتا ہوں۔ (صحیح بخاری: ۷۴۱، ۴۱۸)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

موطأ امام مالک (۱/ ۱۶۷ ح ۴۰۰، روایۃ ابن القاسم بتحقیقی: ۳۲۸) صحیح مسلم (۴۲۴) مسند احمد (۲/ ۳۰۳ ح ۸۰۲۴، ۲/ ۳۶۵ ح ۸۷۷۱) دلائل النبوۃ للبیہقی (۶/ ۷۳) مسند ابی عوانہ (۲/ ۱۳۸) مسند الحمیدی (بتحقیقی: ۹۶۷، نسخہ دیوبندیہ: ۹۶۱) شرح السنۃ للبغوی (۱۳/ ۲۸۹ ح ۳۱۷۲ وقال: ھذا حدیث متفق علیٰ صحتہ) وغیرہ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی دوسری سندیں بھی ہیں۔ دیکھئے صحیح مسلم (۴۲۳) وغیرہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی اسی مفہوم کی حدیث بیان کی ہے جس کی مختصر تخریج درج ذیل ہے:

صحیح بخاری (۴۱۹، ۷۴۲، ۶۶۴۴) صحیح مسلم (۴۲۵، دارالسلام: ۹۵۹، ۹۶۰) مسند احمد (۳/ ۱۱۵، ۱۳۰، ۱۷۰، ۲۳۴، ۲۷۴، ۲۷۹ زوائد) مسند عبد بن حمید (۱۱۷۰) سنن النسائی (۲/ ۲۱۶ ح ۱۱۱۸) مسند ابی یعلیٰ (۲۹۷۱) شرح السنۃ للبغوی (۳/ ۹۶ ح ۶۱۵ وقال: ھذا حدیث متفق علیٰ صحتہ)

معلوم ہوا کہ یہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا کہ حالتِ نماز میں آپ کو پیٹھ پیچھے سے بھی ویسے ہی نظر آتا تھا جیسے سامنے سے نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، اس کی مرضی ہے اپنے نبی کو جیسے اطلاع دے دے، اس پر اعتراض کی کیا بات ہے؟

معترض کا بہت بڑا جھوٹ: معترض نے لکھا ہے کہ ''اور خود نبی ﷺ نے فرمایا''

ما اعلم ماوراء جداری'' (...محدث ص ۱۰۹)

عربی عبارت کا ترجمہ: میں دیوار کے پیچھے نہیں جانتا ہوں۔

عرض ہے کہ اس قسم کی کوئی حدیث کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہے بلکہ اسے معترض نے خود بنایا ہے یا اپنے جیسے کسی کذاب سے سُن کر بطورِ جزم بیان کر دیا ہے۔

اس مفہوم کی ایک روایت کے بارے میں ملا علی قاری حنفی نے حافظ ابن حجر العسقلانی سے نقل کیا ہے: ''لا أصل له'' اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ ص ۲۹۲ ح ۳۹۳)

معترض نے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بول کر اس حدیث کا مصداق بننے کی کوشش کی ہے جس میں آیا ہے: جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ یہ ایسی مشہور و متواتر حدیث ہے جس کے لئے کسی حوالے کی ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی صحیح بخاری (۱۰۷) و صحیح مسلم (۳) دیکھ لیں۔

۵۳۔ ابو طالب اور عذاب میں تخفیف

سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے پوچھا: آپ نے اپنے چچا کو کیا فائدہ پہنچایا ہے؟ وہ آپ کا دفاع کرتے تھے اور آپ کے لئے (لوگوں سے) ناراض ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آگ کے گڑھے میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوتا۔ (صحیح بخاری: ۳۸۸۳، ۶۲۰۸، ۶۵۷۲)

یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

صحیح مسلم (۲۰۹) مسند الحمیدی (تحقیقی: ۴۶۱، نسخہ دیوبندیہ: ۴۶۰) مسند احمد (۱/ ۲۰۶ ح ۱۷۶۳، ۱۷۶۸، ۱/ ۲۰۷ ح ۱۷۷۴، ۱/ ۲۱۰ ح ۱۷۸۹) مسند ابی یعلیٰ (۶۶۹۵) کتاب الایمان لابن مندہ (۹۵۷، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۳/ ۱۶۵)

اس روایت کے شواہد بھی ہیں مثلاً:

① سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت۔ دیکھئے صحیح بخاری (۳۸۸۵) و صحیح مسلم (۲۱۰)

② حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم:۲۱۲)

جاہل معترض نے حدیثِ بالا کو بھی قرآن کے خلاف کہہ کر رد کر دیا ہے حالانکہ قرآن مجید میں کہیں بھی ابوطالب کے کافر یا مشرک ہونے کا کوئی ذکر بھی موجود نہیں ہے۔

اگر احادیث کو نہیں مانتے اور راویوں کو گالیاں دیتے ہو تو پھر شیعہ اور بریلویوں کی طرح ابوطالب کا دفاع کرو۔ یہ کیسی دوغلی پالیسی ہے کہ ابوطالب کی مخالفت بھی کرتے ہو اور صحیح احادیث کو قرآن مقدس کے خلاف کہہ کر رد بھی کرتے ہو۔!

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''باب البيان من سنن النبي صلی اللہ علیہ وسلم على تثبيت السمع والبصر لله موافقًا لما يكون من كتاب ربنا إذ سننه صلی اللہ علیہ وسلم إذا ثبتت بنقل العدل عن العدل موصولاً إليه لا تكون أبدًا إلا موافقة لكتاب الله، حاشا لله أن يكون شيئ منها أبدًا مخالفًا لكتاب الله أو لشيئ منه فمن الدعى من الجهلة أن شيئاً من سنن النبي صلی اللہ علیہ وسلم إذا ثبت من جهة النقل مخالف لشيئ من كتاب الله فأنا الضامن من تثبيت صحة مذهبنا على ما أبوح به منذ أكثر من أربعين سنة.''

اللہ کی (صفتوں) سمع اور بصر کے اثبات کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے بیان کا باب، ہمارے رب کی کتاب کی موافقت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں جب عادل راویوں کی متصل سند سے ثابت ہو جائیں تو ہمیشہ کتاب اللہ کے موافق ہی ہوتی ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ کبھی کتاب اللہ یا اس کی کسی آیت کے خلاف ہوں لہٰذا جاہلوں میں سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت شدہ حدیث کے بارے میں دعویٰ کرتا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے خلاف ہے (تو یہ دعویٰ غلط ہے) میں جو چالیس سال سے منہج بیان کر رہا ہوں اس (کے دفاع) کا ضامن ہوں۔ (کتاب التوحید ص ۷۴، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۴۰)

۵۴۔ ایک آیت کی تفسیر اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ

سورۂ ھود کی آیت نمبر ۵ کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ کچھ لوگ کھلی جگہ میں قضائے حاجت سے شرم کرتے تھے تاکہ آسمان کی طرف ان کا ستر نہ کھل جائے اور اسی طرح اپنی بیویوں سے جماع کے وقت شرماتے تھے کہ کہیں آسمان کی طرف ان کا ستر نہ کھل جائے تو یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری:۴۶۸۱)

یہ موقوف روایت ہے جو آیت کی تفسیر کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔اسے دوسرے محدثین نے بھی روایت کیا ہے مثلاً: ابن جریر الطبری (تفسیر ابن جریر ۱۱/۱۲۶)

تفسیر ابن ابی حاتم (۶/۱۹۹۸ح ۱۰۶۵۴، ۶/۱۹۹۹ح ۱۰۶۶۳)

ایک آیت کے مفہوم میں کئی باتیں مراد ہوسکتی ہیں مثلاً اس حدیث میں بیان کردہ بات بھی صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ بعض کفار ومشرکین کا طریقۂ کار یہ بھی تھا کہ وہ آپ ﷺ کی بات سننا نہیں چاہتے تھے۔

معترض نے صحیح بخاری وغیرہ کی اس موقوف روایت کے غلط ہونے کے لئے قرآن مجید سے کوئی دلیل پیش نہیں کی لہٰذا اس کا اعتراض مردود ہے۔

خاتمہ: قارئین کرام! معترض نے صحیح بخاری کی چون (۵۴) مرفوع، موقوف اور مقطوع روایات پر اپنی خودساختہ جرح کے تیر چلائے تھے جن کا جواب اس کتاب میں مفصل ومختصر دے دیا گیا ہے۔ والحمدللہ

آخر میں معترض نے جرح کا خاتمہ کرتے ہوئے ''خاتمہ اعتزار'' کا باب باندھ کر اپنا عذر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔اس عذرنامے میں بھی اس نے صحیح بخاری کے ثقہ راویوں کو ''منافق قسم کے لعنتی راویوں'' قرار دیا ہے۔دیکھئے اس کی کتاب ''....محدث ص ۱۱۴''

حالانکہ یہ راوی یا تو بالاجماع ثقہ اور سچے تھے یا جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے۔ اس مضمون کے شروع میں معترض کا کذاب ہونا بھی ثابت کردیا گیا ہے۔

ہماری اس جوابی کتاب کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے اور عام سادہ لوح مسلمانوں کو معلوم ہوجائے کہ صحیح بخاری کی تمام مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں اور ان پر منکرینِ حدیث کی ہر قسم کی جرح باطل ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۸/اپریل ۲۰۰۸ء)

ضروری یادداشت

ضروری یادداشت

ضروری یادداشت


توفیق الباری
فی
تطبیق القرآن و صحیح البخاری